فکری سوغات

ادارہ المرصاد برائے نشر واشاعت

ALMERSAAD

کتاب کی خصوصیات

کتاب کانام: فکری سوغات

مصنفین: مختلف

موضوع : داعشی خوارج کارد، دینی، سیاسی، جہادی اور دیگر مختلف و متنوع موضوعات

زبان: اردو

شمارہ: اول

پیشکش: ادراہ المرصاد برائے نشر واشاعت

ALMERSAAD

فکرِ سوغات

معاصر دنیا، بالخصوص اسلامی ممالک میں موجودہ سیاسی حالات، عالمِ اسلام کے خلاف عالمِ کفر اور صلیبی طاقتوں کی دسیسہ کاریوں، خفیہ سازشوں، پیش آمدہ واقعات، رقابتوں، عصرِ حاضر کے فتنوں، داعشی خوارج اور دیگر جدید باطل تحریکوں، نظریات اور رجحانات کے بارے میں

مختلف اسلامی مفکرین، جید علمائے کرام، محققین اور تجزیہ کاروں کے دینی، تاریخی، اور سیاسی تجزیات، تحقیقات، مقالات اور تصانیف کا

مجموعہ

شمارہ اول

فہرست

1	حالات حاضرہ پر المرصاد کی تبصرہ	1
2	ماسکو حملے کے حوالے سے مغرب کے ہنگامی دعوے	1
3	فصل اول	3
4	اَبطال امت	3
5	شہید شیر علی (صابر کوچی) تقبلہ اللہ کے زندگی اور جہادی کارناموں کا مختصر جائزہ	4
6	نور الرحمن عرف (عبد اللہ) شہید رحمہ اللہ کے زندگی اور جہادی کارناموں کا مختصر جائزہ	7
7	فصل دوم	9
8	خوارج العصر	9
9	خارجی وافراطی نظریات اور جہادی تحریکات	10
10	خوارج (داعش) تاریخ کے اوراق میں	29
11	لشکر دجال بھی لشکر بغدادی کی طرح احمقوں پر مشتمل ہوگا!	44
12	جعلی خلافت	46
13	امت کے باطل فرقے	48
14	فصل سوم	51
15	دینی اور جہادی تحریریں	51
16	تصوف: اللہ رب العزت تک پہنچنے کا مختصر راستہ!	52
17	موسم سرما: عبادت اور ایثار کا موسم	54
18	ہماری نمازیں خشوع سے عاری کیوں؟	56
19	ایک صحابی کی شادی کا ایمان افروز کہانی	58
20	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد کا نماز	60

21	فصل چہارم	62
22	سیاسی اور اجتماعی تحریریں	62
23	ایرانی ملیشیاؤں اور داعش کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدہ	63
24	واخان پر قبضہ، انڈیا کے ساتھ زمینی روابط؛ جان اچکزئی اور خواجہ آصف کے بچگانہ بیانات!	65
25	امت کی حمایت میں	67
26	داعشی تنظیم کی طاقت عراقیوں کے ہاتھ سے نکل رہی ہے!	69
27	خطے کی سکیورٹی صورتحال اور پاکستان کی دورخی پالیسی	71
28	شکست خوردہ فتنہ	74
29	کیا افغانستان پاکستان کے احسان تلے ہے؟	76
30	تاجکستانی وجود پر پڑی داعشی بندوق غلط ہدف کو نشانہ بنا رہی ہے!	77
31	امارت اسلامیہ افغانستان کے خلاف مغرب اور دیگر دشمنوں کے منصوبے!	79
32	القاعدہ، فارن پالیسی اور افغانستان	81
33	فصل پنجم	84
34	مختلف تحریریں	84
35	ماسکو حملے میں ملوث ایک داعشی حملہ آور جنسی ہراسانی کے جرم میں سزا یافتہ	85
36	ماسکو حملے نے خراسانی خوارج کو ایک دوسرے کی تکفیر پر مجبور کر دیا!	87
37	فلسطین کے ساتھ داعش کی ہمدردی؟!	89

حالات حاضرہ پر المرصاد کی تبصرہ

ماسکو حملے کے حوالے سے مغرب کے ہنگامی دعوے

جب داعش کسی ملک میں حملے کی منصوبہ بندی کرتی ہے، تو امریکہ بہت جلد اس کے بارے میں اس ملک کو معلومات دے دیتا ہے، لیکن یہ معلومات عمومی ہوتی ہیں اور ایسی نہیں ہوتیں جس سے حملے کو ناکام بنانے کے لیے کوئی فائدہ حاصل ہو سکے۔ ماسکو حملے کے حوالے سے بھی امریکہ نے اپنے شہریوں کو وارننگ جاری کی تھی اور روس کو بھی اس حوالے سے عمومی معلومات فراہم کی تھیں۔ لیکن حملے کے ساتھ ہی یہ دعویٰ کر دیا کہ افغانستان میں داعش کا ایک گروپ اس طرح کا حملہ ترتیب دینے کی کوشش میں تھا۔ سوال یہ ہے کہ امریکہ کو اتنے عرصے سے اس طرح کے حملے کی اطلاع تھی، تو پھر یہ معلومات اس نے روس اور افغانستان کے ساتھ شریک کیوں نہیں کیں؟ دوسرا اس حقیقت کے پیچھے کیا راز ہے کہ امریکہ کو داعش کے حملوں کی ہر وقت اطلاع ہوتی ہے؟

محققین کی نظر میں، دنیا کے بہت سے انٹیلی جنس اداروں کا خیال ہے کہ جب افغانستان، عراق اور دیگر دنیا کے جہادی گروہ امریکہ کے خلاف سخت جدوجہد میں مصروف تھے، عرب بہار کے علاقوں میں بھی نئے جہادی گروہوں کا ظہور ہوا۔ مغرب اس پر خوفزدہ ہو گیا اور امریکہ نے ان جہادی گروہوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کا حربہ آزمایا اور تکفیری فکر کو، جو ہمیشہ سے اسلامی تاریخ میں مسلمانوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپتی آئی ہے، بلواسطہ طور پر کھڑا کیا اور جہادی گروہوں کے خلاف استعمال کیا۔ اسی حوالے سے کو آگے لایا گیا اور بہت سے علاقے ان کے لیے خالی چھوڑ کر زمین ہموار کی گئی کہ ڈرامائی انداز میں (IS) نام نہاد دولت اسلامیہ یا وہ یہ علاقے فتح کر لے، شہروں کو اپنے قبضے میں کر لے اور 80 ہزار مربع کلومیٹر کا رقبہ اپنے کنٹرول میں لے آئے اور اس طرح سے اسے مشہور کیا جائے۔

اس نام نہاد دولت اسلامیہ کے ذریعے سے شام کا جہاد ناکام کیا گیا، حفتر کو لیبیا میں بالادستی دلائی گئی اور افریقہ میں بھی جہادی تحریکات کو سخت مشکلات اور چیلنجز میں مبتلا کر دیا گیا۔ افغانستان میں امارت اسلامیہ کے لیے بھی سر دردی پیدا کر دی گئی۔ چونکہ داعشی منصوبہ افغانستان میں امریکہ کی مرضی کے مطابق نتائج نہ دے سکا اس لیے امریکہ امارت اسلامیہ کو روکنے میں ناکام ہو گیا اور بالآخر مجبور ہو گیا کہ افغانستان سے نکل جائے اور کٹھ پتلی حکومت منہدم ہو گئی۔ اب ان کی کوشش یہ ہے کہ امارت اسلامیہ کو کمزور کیا جائے اور خطے میں ان ممالک میں، جو امارت اسلامیہ کے ساتھ نسبتاً بہتر تعلقات رکھتے ہیں، بد اعتمادی پیدا کریں اور مشکلات کا شکار کریں۔ یہی وجہ تھی کہ ماسکو حملے کے حوالے سے بہت جلد عجیب و غریب دعوے کیے اور تمام مغربی میڈیا اب تک ان دعووں کا راگ الاپ رہا ہے۔ لیکن روس نے ہوشیاری سے کام لیا اور روسی صدر ولادیمیر پوٹن کے بیان سے واضح ہو

گیا کہ روسی اس حوالے سے متوجہ ہیں اور نہیں چاہتے کہ پھر سے روس کو خطے میں پھنسایا جائے۔
محققین کے مطابق اب روسی اچھی طرح سمجھ چکے ہیں کہ داعش خراسان نے اپنے مراکز افغانستان سے پڑوسی ممالک میں منتقل کر لیے ہیں۔ افرادی قوت کی بھرتی کے نئے مراکز اب تاجکستان میں ہیں۔ مالی معاونت یورپی ممالک سے کرپٹو کرنسی کے ذریعے کی جاتی ہے۔ حملوں کے اہداف مغربی انٹیلی جنس اداروں کی طرف سے فراہم کیے جاتے ہیں، لاجسٹک سپورٹ خطے میں مغرب کے پالتو انٹیلی جنس نیٹ ورک کرتے ہیں اور مغربی میڈیا بلواسطہ طور پر انہیں ابھارتا اور ان کی حمایت کرتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مزید داعش منصوبے کے پیچھو کار فرما قوتیں اس منصوبے سے وہ نتائج آسانی سے حاصل نہیں کر پائیں گی جس کے لیے یہ منصوبہ کھڑا کیا گیا، اور خطے کے مقامی لوگ اس کے خلاف بھرپور مذاحمت کریں گے۔

داعشی خوارج: افغانستان میں خاتمہ، پاکستان میں پناہ

افغانستان میں امارتِ اسلامیہ کی مؤثر کارروائیوں نے داعش کا نیٹ ورک ختم کر دیا، مگر اس کے بچے کھچے عناصر اب پاکستان، بالخصوص بلوچستان اور دیگر سرحدی علاقوں میں پناہ لے رہے ہیں۔ افغان حکومت کئی بار یہ ثبوت پیش کر چکی ہے کہ داعش کو بیرونی قوتوں کی مدد حاصل ہے، اور اب یہی صورتحال پاکستان میں بھی دہرائی جا رہی ہے۔

بلوچ نیشنل موومنٹ کے چیئرمین ڈاکٹر نسیم بلوچ کے مطابق:

"بلوچستان میں بین الاقوامی دہشت گرد تنظیم داعش کے کیمپ فعال ہیں، اور وہ پاکستانی فوج کی براہ راست نگرانی اور مدد سے کام کرتے ہیں۔"

یہ تمام حقائق ظاہر کرتے ہیں کہ داعش محض ایک خودساختہ گروہ نہیں بلکہ مخصوص طاقتوں کے مفادات کے تحت استعمال ہونے والا ایک آلہ ہے۔ امت مسلمہ کو اس فتنے کے خلاف مکمل شعور پیدا کرنا ہوگا اور اسے جڑ سے ختم کرنے کے لیے ہر ممکن قدم اٹھانا ہوگا۔

فصل اول

اَبطال امت

شہید شیر علی (صابر کوچی) تقبلہ اللہ کی زندگی اور جہادی کارناموں کا مختصر جائزہ

شیر علی (صابر کوچی) ولد گل خان ولد نوروز خان بالاصل صوبہ لوگر کے ضلع ازرہ کے گاؤں گماران سے تعلق رکھنے والا جبکہ بالفعل صوبہ ننگرہار کے ضلع بٹی کوٹ کے گاؤں فارم چار مخروبہ کا رہائشی تھا، آپ نے ایک دیندار، جہادپسند اور مجاہد گھرانے میں ۲۴ صفر ۱۴۱۰ ہجری بمطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۸۹ء میں کوزہ پشتو نخواہ میں اس فانی دنیا میں آنکھ کھولی۔

ابتدائی دینی تعلیم اپنی گاؤں کی مسجد کے امام سے حاصل کی اور سکول میں نویں جماعت تک جدید تعلیم بھی حاصل کی۔ عموما آپ کا اٹھنا بیٹھنا علماء کے ساتھ ہوتا تھا اسی لیے آپ کی باتوں میں فصاحت وبلاغت موجود تھی۔

اعلیٰ اخلاق کے حامل اور خندہ پیشانی سے ملنے والے انسان تھے، نرم لہجے میں بات کرتے، مقابل کی بات کو بہت توجہ سے سنتے اور ہر کسی کو تسلی بخش جواب دیتے، باتوں میں چالاکی نہ دکھاتے، مجاہدین سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بہت ذہانت سے نوازا تھا، جنگ کے دوران ساتھیوں کا حوصلہ بڑھاتے تھے، صبر واستقامت کا پہاڑ تھے اور پیچھورہ جانے والے اور قیدی دشمن کے ساتھ انتہائی رحم کا معاملہ کرتے تھے۔ کمین (گھات) اور تعرض (دھاوا) کا کافی تجربہ رکھتے تھے۔ بہت حوصلہ مند تھے، کبھی کبھی انہیں داعشی اور اربکی ملیشیا فون کرتے، آپ ان کے چوٹ دار الفاظ کا مقابلہ اصلاحی باتوں سے کرتے، اور ہمیشہ ان سے امارت کی حقانیت بیان کرتے۔ عجیب عقیدے والے تھے، جنگ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ انہیں فتح نصیب کی۔ اس وقت جب مجاہدین بہت کم تھے اور چھپے پھرتے تھے، اس بہادر جوان نے پہلی بار ضلع مومند درہ سے مربوط علاقے باسول میں دو چوکیوں پر قبضہ کرکے دشمن پر کاری ضرب لگائی اور اس سے مجاہدین کے حوصلے بہت بلند ہوگئے۔ ۔ پھر مجاہدین نے شجاعت اور بہادری کے ساتھ دشمن پر کھل کر تند وتیز حملے کیے جس کے دوران ضلع بٹی کوٹ کے علاقے فارم چار میں ایک گھات کے دوران کرائے کی انتظامیہ سے ایک رینجر گاڑی پکڑلی، اس سے بھی مجاہدین کے حوصلے بہت بلند ہوئے۔ انہوں نے طورخم جلال آباد مرکزی شاہراہ پر چیک پوائنٹ بنائے اور بعض اوقات اس راستے پر امریکہ اور ناٹو سپلائی کے قافلوں پر حملے بھی کرتے۔ انہوں نے پورا علاقہ دشمن کے لیے تندور میں تبدیل کردیا تھا، اسی لیے دشمن نے اپنی پوری توجہ صابر کوچی کی جانب مبذول کرلی۔ پہلی بار ضلع مومند درہ سے مربوط علاقے ہزارناؤ میں چیک پوائنٹ پر ہاتھ زخمی ہوا۔

داعشی ملیشیا سے آپ نے بہت سی جنگیں کیں، جب بٹی کوٹ میں داعشی نمودار ہوئے، تو سب سے پہلی جنگ ان کے ساتھ ڈاگہ کے علاقہ میں شہید صابر کوچی نے کی، اس جنگ میں صابر کوچی کے دو ساتھی شہید ہوئے۔

ان دنوں داعشی خوارج اسلام کے نام کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خود کو مہدی کے لشکر سے منسوب کرتے تھے، اور اب تک امیر المؤمنین کی جانب سے ان کے ساتھ جنگ کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ جنگ کے بعد وہ ضلع بٹی کوٹ کے گاؤں باریکاب کی کوزہ کلاوی مسجد چلے گئے، جہاں امارت کے عسکری کمیشن کے ارکان بھی موجود تھے۔ انہوں نے لاؤڈ سپیکر پر اعلان کیا کہ داعش کی قیادت خوارج کر رہے ہیں اور یہ سب خوارج ہیں، ان کے ساتھ کسی قسم کا تعاون نہ کیا جائے۔

پہلی بار انہیں کی طرف سے داعشیوں کو خوارج کہا گیا، اور اس کے بعد حقیقت سامنے آگئی اور یہ ان کی کرامت کہی جا سکتی ہے۔ وہ پہلے جوانمرد تھے جنہوں نے دیگر مجاہدین کے تعاون کے بغیر صرف اپنے گروپ کے ساتھیوں کے ساتھ مل کر لاچپور سے چاردہی تک کا تمام علاقہ داعشی ملیشیا سے چھین لیا۔ اپنے گروپ کے ساتھیوں کی مدد سے داعشیوں کے خلاف اوّلین خط یا جنگی صف قائم کی۔ ایک قوی جنگ کے بعد مذکورہ علاقہ داعشیوں نے پکڑ لیا۔ آپ نے دوسرا خط انبار خانہ میں بنایا، ایک اور قوی جنگ کے بعد یہ علاقہ بھی داعشیوں کے ہاتھ چلا گیا، اس وقت صابر کوچی پر خوارج اور کرائے کی ملیشیا کی جانب سے علاقہ تنگ پڑ گیا۔ تب ایک ساتھی کے توسط سے ٹیکٹیکل پسپائی اختیار کرنے اور مذکورہ علاقہ چھوڑنے پر انہیں مجبور کیا گیا۔ اس لیے وہ اپنے آبائی صوبے لوگر چلے گئے۔

وہاں انہوں نے صرف اتنا ہی وقت گزارا کہ خوارج کے خلاف ساتھیوں کو منظم کر سکیں۔ اسی عرصے میں امیر المؤمنین کی جانب سے شیوخ کے مشورہ سے داعش کو خوارج قرار دیا گیا اور ان کے خلاف جنگ کا فتویٰ صادر کر دیا گیا۔ شہید صابر کوچی بہت بے تابی کے ساتھ دیگر مجاہدین ساتھیوں کے ہمراہ ننگرہار کی طرف روانہ ہو گئے۔ ضلع بٹی کوٹ کے علاقے فارم دو پہنچے۔ ان کی آمد پر داعش میں خوف وہراس پھیل گیا کیونکہ ان کے ساتھ انفرادی جنگوں میں بھی داعشی بہت خوفزدہ ہوئے تھے اور اس بار دیگر مجاہدین کی مدد اور امیر المومنین کی جانب سے فتویٰ نے داعشیوں کی نیندیں حرام کر دی تھیں۔

فارم دو کے علاقے سے صابر کوچی تقبلہ اللہ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ، جبکہ ضلع لعل پوری کے علاقے چکنوری کیجانب سے حاجی امین صاحب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ داعشیوں کے خلاف مغرب کے بعد سے جنگ شروع کر دی۔ صبح تک لاچپور، مثوانی، چاردہی، غازی آباد گری، تکیہ انبار، خانہ گڑھ بادہ، باسول، ہزار ناؤ، غزگئی، گردی غوث اور دیگر علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ طورخم جلال آباد مرکزی شاہراہ کے ساتھ تمام علاقہ خوارج سے پاک کر دیا گیا، اس وقت شہید صابر کوچی، حاجی امین جان صاحب اور ضلع کے قائم مقام کمانڈر کی میٹنگ جاری تھی، تاکہ اس علاقے میں پھر سے امارت اسلامیہ کے ذمہ داران منتخب کیے جائیں، کہ یہ لوگ امریکی ڈرون حملے کی زد میں آگئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قائدین بچ گئے، دو مجاہدین اور ایک چھوٹا بچا شہید ہو گیا۔

شہید صابر نے ایک رات خواب دیکھا تھا کہ انبار خانہ میں داعشی مارے گئے ہیں اور یہ جوانمرد وہاں پاس بیٹھا ہے۔ یہ خواب حقیقت میں بدل گیا اور داعشیوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے تہس نہس کر دیا گیا۔ اس ضلع سے آگے انہوں نے ضلع

روداتو کے لیے منصوبہ تشکیل دیا، تاکہ اسے بھی داعشی ملیشیا سے پاک کیا جا سکے۔ اس وقت داعش نے پھر سے بٹی کوٹ پر کاروائی کا منصوبہ بنایا۔

شہید صابر دیگر قائدین کے ساتھ مشورے میں مصروف تھے، مجاہدین پوری تیاری کے ساتھ فارم چار کے علاقے میں اکٹھے ہوئے تھے، فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں اور اس وقت داعشی ملیشیا کی ترصد کی گاڑی، جس میں سپر غنی نامی ایک داعشی موجود تھا، بڑو کے علاقے کی جانب سے آئی، اس گاڑی کو مجاہدین نے جنگی چال کے طور پر کچھ نہیں کہا اور ایسے ہی جانے دیا۔ جب یہ گاڑی ضلع بٹی کوٹ میں داخل ہوئی تو وہاں مجاہدین گھات لگائے بیٹھے تھے۔ ضلع میں داخل ہوتے ہیں مجاہدین نے اسے زندہ گرفتار کر لیا۔ اور اس کے بعد دو کاریں جن میں خوارج کے بڑے بڑے قائدین موجود تھے، بڑو کے علاقے کی جانب سے آئیں، جبکہ مجاہدین فارم چار کے علاقے بڑوک میں صابر کوچی تقبلہ اللہ کی قیادت میں گھات لگائے بیٹھے تھے۔

یہ گاڑیاں اس مقام پر سورج نکلنے کے وقت پر پہنچ گئیں اور ایک سخت گھات کی زد میں آگئیں اور اس میں موجود تمام داعشی مارے گئے۔ ان قائدین کے مارے جانے سے یہ گروہ وہاں زوال کا شکار ہو گیا اور دس دنوں کے بعد مجاہدین کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نصرت کے ساتھ روداتو ضلع بھی فتح ہو گیا۔

کچھ وقت گزر جانے کے بعد قائدین کے حکم پر شہید صابر کوچی تقبلہ اللہ ضلع حصارک چلے گئے، جہاں اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد و نصرت سے آٹھ چوکیاں فتح کر لیں۔ بالآخر رمضان المبارک کے آخری عشرے میں جب وہ عید الفطر اپنے گھرانے اور ساتھیوں کے ساتھ منانے کے لیے جا رہے تھے کہ ضلع خوگیانو سے مربوط علاقے ہاشم خیل کے ندی نالے میں ۳۳ جولائی ۲۰۱۶ء سہ پہر ۳ بجے امریکی ڈرون حملے میں پانچ دیگر مجاہدین ساتھیوں کے ہمراہ شہادت کے عظیم مقام تک پہنچ گئے۔ نحسبہ کذالک واللہ حسیبہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "کوئی بھی شخص جنت میں داخل ہو کر یہ نہیں چاہے گا کہ وہ دنیا میں واپس جائے، چاہے اس کے پاس زمین بھر کی ساری چیزیں ہوں، سوائے شہید کے۔ شہید یہ آرزو کرتا ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں جائے اور دس بار شہید ہو، کیونکہ وہ جو عظیم کرامت اور عزت جنت میں حاصل کرتا ہے، اسے دیکھ کر وہ یہ سب دوبارہ چاہتا ہے۔"

(بخاری، حدیث: ۲۸۱۷| مسلم، حدیث: ۱۸۷۷)

نور الرحمن عرف (عبد اللہ) شہید رحمہ اللہ کے زندگی اور جہادی کارناموں کا مختصر جائزہ

غیرت، بہادری، اخلاق اور تقویٰ کا چمکتا ستارہ شہید سعید نور الرحمن (عبد اللہ) تقبلہ اللہ ولد حاجی تازہ گل مرحوم نے اپریل ۱۹۹۸ء میں ضلع زرمت صوبہ پکتیا کے علاقے سہاکو میں ایک جہاد پرور گھرانے میں اس فانی دنیا میں آنکھ کھولی۔

نور الرحمن عبد اللہ نے دینی تعلیم اپنی مسجد کے امام ملا صاحب سے حاصل کی اور اس کے ساتھ سہاکو ہائی سکول سے جدید تعلیم بھی حاصل کی۔

شہید عبد اللہ کو بچپن ہی سے جہاد کے مقدس فریضے سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ جارحیت پسندوں کے مظالم اور ساتھیوں کی شہادتوں سے سبق حاصل کرتے رہے۔ بڑی بے صبری سے پہلی جماعت تک دینی تعلیم اور پانچویں جماعت تک جدید تعلیم مکمل کی۔

اس کے بعد امریکہ اور اس کے غلاموں کے خلاف جہادی جدوجہد پر کمر کس لی، اور جہادی جدوجہد کے لیے اپنے علاقے سے دیگر صوبوں میں چلے گئے اور وہاں بھی غیرت اور بہادری سے بھرپور کارنامے اپنی میراث چھوڑ آئے۔

کچھ عرصہ بعد نور الرحمن عبد اللہ شہید واپس اپنے علاقے آگئے اور اپنے علاقے زرمت میں ملا لیاقت عمر کی قیادت میں اپنا جہاد جاری رکھا۔

عبد اللہ شہید نے بہت بہادری اور شجاعت کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں کسی بھی طرح کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔

میدانِ جنگ میں انہیں خصوصی شہرت حاصل تھی کیونکہ مغرب کے بہت سے غلاموں کو انہوں نے ہلاک کیا۔

ساتھیوں میں بھی اپنے تقویٰ، غیرتِ ایمانی، اخلاق اور انکساری والے نوجوان مشہور تھے، اس لیے ساتھی لمبا عرصہ ان کے ساتھ رہتے اور ان کی مجلس سے خصوصی محبت رکھتے۔

وقت گزرتا گیا، اسلام کے لبادہ میں اسلام کے سخت ترین دشمن داعشی خوارج کے خلاف ایک اور جدوجہد شروع ہوگئی، اور مجاہدین ایک ساتھ تین جنگوں میں مصروف ہوگئے۔ ایک جارحیت پسندوں کے خلاف، دوسری ان کے غلاموں کے خلاف اور تیسری خوارج کے خلاف۔ لیکن داعشیوں کے خلاف جنگ نئی تھی، صوبوں سے ان کے خلاف یونٹس تیار کیے گئے، اور اس مجاہد نے بھی بڑی بے صبری اور خوشی کے ساتھ اس جنگ میں حصہ لیا۔

اس جوانمرد مجاہد نے خوارج کے خلاف دانت کھٹے کر دینے والی لڑائی لڑی، بہت سے خوارج کو تہہ تیغ کیا، خوارج کو اس جوانمرد کے حملوں سے کہیں قرار نہیں ملتا تھا اور ان کی نیندیں حرام ہو چکی تھیں۔ جتنا اس مجاہد کی جہاد سے محبت تھی اتنی ہی

شہادت اور اللہ تعالیٰ سے ملاقات سے محبت تھی۔ ہر حملے اور ہر گھات کے وقت دوستوں سے بار بار اپنی شہادت کے لیے دعا کرنے کا کہتے۔

بالآخر نورالرحمن عبد اللہ رمضان المبارک ۱۴۴۰ ہجری کو خوارج کے ساتھ ایک دوبدو لڑائی کے دوران صوبہ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد کے نواح میں شہادت کا اعلیٰ مقام پا گئے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی تکالیف کے بعد ان کا یہ ارمان پورا کیا اور اپنے دیدار اور ملاقات کے لیے خون میں رنگین کر کے بلالیا۔

اسلامیال (ایک مجاہد) ان کی شہادت کی کہانی کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

خوارج پر کئی کامیاب حملوں کے بعد ایک اور حملہ کیا گیا جو کہ بہت کامیاب حملہ تھا، اس مجاہد نے اسی حملے میں کئی خوارج کو جہنم واصل کیا اور آخر کار عبد اللہ شہید سینہ تانے دشمن کی گولی اپنے سینے پر کھا کر شہید ہوئے، بجائے اس کے کہ وہ گولی کھا کر پیچھے گرتے، عبد اللہ شہید ایسی حالت میں سامنے زمین پر رب تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے۔ کئی مجاہدین کے سامنے عبد اللہ شہید کی یہ کرامت ظاہر ہوئی۔

اسلامیال کے بقول: جب وہ سجدے کی حالت میں تھا تو میں نے اسے پکارا، عبد اللہ اٹھو، دشمن کو مارنے کا بہت اچھا موقع ہے، لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا، جب میں نے جا کر اسے دیکھا تو عبد اللہ کے جسم سے خون بہہ رہا تھا اور وہ شہید ہو چکا تھا۔ آپ کا جسد خاکی طویل عرصہ تک وہاں میدان جنگ میں ہی رہا اور پھر عید الفطر کے ۲۵ دن بعد ان کے آبائی علاقے زرمت میں لا کر سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کی روح پر سکون اور ان کی یاد ہمیشہ تازہ رہے۔ نحسبہ کذا لک واللہ حسیبہ۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"انبیاء علیہم السلام کے بعد جنت کے سب سے افضل لوگ شہداء ہیں، کیونکہ شہید کو وہ بلند درجات حاصل ہوتے ہیں جو انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہیں۔ شہید کو ایسی نعمتیں دی جاتی ہیں جو دیگر لوگوں کو نہیں ملتیں۔"

(مجموع الفتاوی، جلد ۲۸، صفحہ ۵۴۰)

فصل دوم

خوارج العصر

خارجی و افراطی نظریات اور جہادی تحریکات

تحریر: مولوی احمد جان

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وأصحابه ومن والاه، أما بعد، فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ﴾ (البقرة: ١٤٣)

﴿يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ﴾ (النساء: ١٧١)

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: «إياكم والغلو، فإنما أهلك الذين من قبلكم غلوهم في دينهم».

طائفہ منصورہ، یعنی اہل السنۃ والجماعۃ، دین میں میانہ روی کو اپنا کر اپنے مخصوص مقام کو برقرار رکھتے ہیں، وہ نہ تو افراط کرتے ہیں اور نہ ہی تفریط، جس شخص نے بھی اس امت میں افراط یا تفریط کی راہ اختیار کی، وہ صراط مستقیم سے منحرف ہوا، اور آخر کار جمہور اہل سنت و جماعت کے راستے سے ہٹ کر مَن شَذَّ شُذَّ کا مصداق ٹھہرا۔

خصوصاً دین میں بے جا شدت پسندی اور غلو نے پچھلی امتوں کو تباہ کیا، اور اسی طرح اس امت میں بھی پہلا بڑا فتنہ تشدد اور غلو ہی کی وجہ سے واقع ہوا، اور اس کے نتیجے میں امت ایک عظیم مشکل میں مبتلا ہوئی، جو کہ خوارج کا فتنہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر بار جب بھی کوئی قرن (نیا گروہ) اُٹھے گا، وہ کاٹ دیا جائے گا۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «إياكم والغلو، فإنما أهلك الذين من قبلكم غلوهم في دينهم»، یعنی: تم افراط سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے جو لوگ ہلاک ہوئے وہ اپنے دین میں افراط کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

طائفہ منصورہ (اہل سنت والجماعت) کی خصوصیات میں سے ایک اہم خصوصیت میانہ روی ہے، یعنی یہ نہ تو افراط کرتے ہیں اور نہ تفریط۔ جو بھی اس امت میں افراط یا تفریط کا راستہ اختیار کرتا ہے، وہ صراط مستقیم سے منحرف ہو جاتا ہے، اور آخر کار اہل سنت کے اصول اور منہج سے دور ہو جاتا ہے اور «شَذَّ شُذَّ» کا مصداق بن جاتا ہے۔ خاص طور پر دین میں بے جا تشدد اور غلو نے پچھلی امتوں کو تباہ کیا اور اس امت میں پہلے بڑی فتنے کی وجہ بھی تشدد اور غلو ہی تھا، جس سے امت ایک بڑے مسئلے کا شکار ہوئی، اور وہ خوارج کا فتنہ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «كلما طلع قرن قُطع»، یعنی: جب بھی یہ لوگ ظاہر ہوں گے، انہیں کاٹ دیا جائے گا۔

لہذا، طائفہ منصورہ اہل سنت والجماعت ہے کیونکہ تاریخ میں اہل سنت کے منہج سے منحرف ہونے والی خوارج کی جماعتوں کو کبھی بھی ایسی کامیابی نہیں ملی کہ وہ امت کی قیادت کریں، کیونکہ خوارج بہت بے رحم لوگ ہوتے ہیں اور یہ امت ایک رحمت والی امت ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایسے ظالموں کو اس امت کی قیادت نہیں دیتا۔ وقتاً فوقتاً خوارج کی جماعتوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے، لیکن وہ پھر ختم ہو جاتی ہیں، اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام میں نرمی اور آسانی کو اپنانے والے تھے، یہاں تک کہ جب جمرات کو کنکریاں مارنے کا وقت آیا، تو آپ علیہ السلام نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو حکم دیا: **ألقط لي مثل حصى الخزف، وإياكم والغلو، فإنما أهلك الذين من قبلكم غلوهم في دينهم.**

ترجمہ: میرے لیے چھوٹی چھوٹی کنکریاں جمع کرو، تاکہ میں ان سے جمرات پر پھینک سکوں، دین میں بے جا سختی اور تشدد سے بچو، کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں، وہ اپنے دین میں غلو ہی کی وجہ سے تباہ ہوئے تھے۔

اس وجہ سے مصنف "إياكم والغلو" نے صفحہ ۴ پر فرمایا: **لا يغلو عبد إلا يخرج من الهدى الصالح في آخر الأمر.**

ترجمہ: جو کوئی بھی دین میں غلو اختیار کرتا ہے، آخر کار وہ صحیح راہ و منہج سے منحرف ہو جاتا ہے۔

اور صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں: **ولا تجد فرقة بين المسلمين إلا بسبب الغلو.**

اور تم دیکھو گے، جب بھی مسلمانوں کے درمیان اختلاف یا فرقہ بندی ہوئی تو وہ غلو ہی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **الغلو مجاوزة الحد بأن يزاد في الشيء في حمده او ذمّه على ما يستحق ونحو ذلك.**

ترجمہ: غلو کسی چیز کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں، یعنی تعریف یا تنقید میں جو اس کا حق ہے، انسان اس سے آگے بڑھ جائے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم ج:۱، ص:۲۸۹)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**الغلو بأنه المبالغة في الشيء والتشدد فيه بتجاوز الحد.**"

ترجمہ: غلو اسے کہتے ہیں کہ کسی چیز کے بارے میں انسان اتنی مبالغہ آرائی اور سختی کرے کہ وہ صحیح حد سے تجاوز کر جائے۔

فتح الباری، ج ۱۳، ص: ۲۷۸

مصنف "نضرة النعیم" غلو کی تعریف میں فرماتے ہیں: **تجاوز الحد الشرعي في أمر من أمور الدين.**

ترجمہ: دینی امور میں شرعی حدود سے تجاوز کو غلو کہا جاتا ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **إياكم والتبدع، إياكم والتنطع، وإياكم والتعمق، وعليكم بالدين العتيق.**

ترجمہ: اپنے آپ کو بدعات، تکلف اور تشدد سے بچاؤ، اور تم اپنے منتخب کردہ دین پر جمے رہو۔

اعلام الموقعین، ج: ۴، ص ۱۰۵)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی علیہ السلام کی حدیث روایت کرتے ہیں: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: **إن هذا الدين متين، فأوغلوا فيه برفق؛ فان المنبت لا أرضا قطع ولا ظهرا بقي.**

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یقیناً یہ دین مضبوط ہے، پس اسے نرمی کے ساتھ اپناؤ؛ کیونکہ جو شخص درخت کے بیج میں (زمین میں) جڑوں کو کاٹ دیتا ہے، نہ تو وہ زمین کو مکمل طور پر قطع کر پاتا ہے اور نہ ہی وہ اپنے اونٹ کی پیٹھ پر قائم رہ پاتا ہے۔

لا أرضا قطع ولا ظهرا بقي یہ مثال اُس شخص کے لیے ہے جو بہت زیادہ سختی کرتا ہے، یعنی نہ تو وہ خود اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے کیونکہ وہ اپنی طاقت اور استطاعت سے باہر جا چکا ہوتا ہے، اور نہ ہی اس کی سواری (اونٹ یا کسی بھی وسیلے) منزل تک پہنچا سکتی ہے کیونکہ اس نے سختی کی وجہ سے اسے نقصان پہنچایا ہوتا ہے۔ اس لیے سختی کرنے والا شخص خود بھی منزل تک نہیں پہنچ پاتا اور اس کی سختی کی وجہ سے وہ تمام ذرائع جو منزل تک پہنچنے کے لیے ضروری تھے، ضائع ہو جاتے ہیں۔

ابن عثیمین رحمہ اللہ اس مثال کی تشریح یوں فرمائی ہے: **والمنبت الذي يمشي ليلاً ونهارًا دائمًا، هذا لا أرضًا قطع ولا ظهرًا بقي، بل يتعب ظهره وبالتالي يعجز ويتعب ويحسر ويقعد.**

شرح ریاض الصالحین)

منبت اُس شخص کو کہا جاتا ہے جو مسلسل دن رات چلتا رہتا ہے، یعنی وہ آرام یا درمیانی رفتار اختیار نہیں کرتا۔ اس لیے نہ تو وہ خود اپنی منزل تک پہنچ پاتا ہے اور نہ ہی اس کی سواری باقی رہ پاتی ہے، کیونکہ مسلسل چلنے کی وجہ سے سواری بھی کام کرنے کے قابل نہیں رہتی، اور وہ بھی تھک کر بالآخر سفر کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے، بیٹھ جاتا ہے اور منزل اس سے دور رہ جاتی ہے۔

اسی طرح معاصر جہاد میں بھی کچھ محاذوں پر ایسا ہوا کہ بعض انتہاپسند خیالات رکھنے والے افراد اور گروہوں نے انسانی زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے ساتھ بہت زیادہ تشدد اور سختی کا برتاؤ کیا، جس کی وجہ سے ان کے ساتھی مختلف جنگوں میں پھنس گئے، اور اس کے نتیجے میں انہوں نے بہت سے حامیوں اور ہمدردوں کو کھو دیا۔ اب وہ خود بھی اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتے اور تمام ممکنہ وسائل، اسباب اور مددگار افراد ان کے تشدد کی وجہ سے ضائع ہو گئے ہیں، وہ اب ان کے ساتھ تعاون نہیں کرتے، یا جہاد کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں یا اتنی بڑی آزمائش اور تکلیف کو برداشت کرنے سے عاجز پاتے ہیں،

جہاں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے ساتھ دشمنی اور اختلاف ہو؛ کیونکہ اعتدال پسندی اختیار کرنا اور دشمنوں کو کم کرنا (تقلیل الأعداء) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سیاست کا ایک اہم پہلو ہے۔

اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا: **هلك المتنطعون، قالها ثلاثًا.** (مسلم، کتاب العلم)

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: تکلف اور غلو کرنے والے ہلاک ہوئے، جو اپنے اقوال وافعال میں حد سے تجاوز کرتے ہیں۔ (شرح النووی علی المسلم)

اہل سنت والجماعت کے ائمہ کرام، سلف صالحین اور علماء کرام نے اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالی نے انہیں دین کی حقیقت اور مزاج کے بارے میں اجتماعی طور پر کامل فہم عطا کیا ہے، تکفیر کے مسئلے میں انتہائی احتیاط سے کام لیا ہے۔

بہت سے ایسے فرقے جن کے عقائد کفر پر مبنی ہیں، لیکن ان کی تاویلات کی بنا پر ان کو کافر نہیں کہا گیا، حالانکہ ان تاویلات کا باطل ہونا بھی واضح ہے۔

جیسا کہ علامہ شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب (الاعتصام) کی جلد ۲ صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں: **وقد اختلف الأمة في تكفير هؤلاء الفرق أصحاب البدع العظمى، ولكن الذي يقوي في النظر ويحسب في الأثر عدم القطع بتكفيرهم، والدليل عليه عمل السلف الصالح فيهم.**

وہ تمام گمراہ فرقے جو بڑی بدعات کے حامل ہیں یعنی جن کی بدعات کفر کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، جیسے مرجئہ، معتزلہ، روافض، جہمیہ، قدریہ او خوارج وغیرہ، ان جیسے فرقوں کے بارے میں علمائے امت کے مابین اختلاف ہے لیکن قوی اور محقق بات یہ ہے کہ سلف صالحین نے ان گمراہ فرقوں کی تکفیر نہیں کی۔

اسی وجہ سے علامہ نووی رحمہ اللہ اپنی شرحِ مسلم میں فرماتے ہیں: ولا یکفر أہل الہواء والبدع۔ (جلد: ۱، صفحہ: ۱۵۰)

یعنی یہ کہ اہل بدعت اور اہل ہواء فرقوں کی تکفیر نہیں کی جاسکتی، اور سلف صالحین کے نزدیک اہل بدعت سے مراد گمراہ فرقے جیسے خوارج، معتزلہ، قدریہ، روافض وغیرہ ہیں، جن کے عقائد اور افکار کفر پر مبنی ہیں۔ تاہم ان کی تاویلات کی وجہ سے انہیں کافر نہیں کہا گیا، حالانکہ ان تاویلات کا باطل ہونا بھی واضح ہے۔

ابن مفلح، ابن الجوزی الحنبلی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں: **رأيت جماعة من العلماء أقدموا على تكفير المتأولين من أهل القبلة وأقبح حالاً من هؤلاء المكفرين قوم من المتكلمين كفروا عوام المسلمين.** (الفروع لِابن المفلح، جلد: ٦، صفحہ: ۴۲۸)

ترجمہ: میں نے علمائے کرام کی ایک جماعت کو پایا جو اہل قبلہ میں سے تاویل کرنے والے فرقوں (خوارج، روافض، معتزلہ وغیرہ) کی تکفیر کرتے تھے، یعنی ایک جماعت علماء کی ان جیسے فرقوں کی تکفیر کی قائل تھی، لیکن وہ لوگ بد تر ہیں جو عام

جو عام مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **وينبغي للعالم أن لا يبادر بتكفير أهل الإسلام.**

(البحر الرائق، جلد: ۵، صفحہ: ۱۳۴)

اسی طرح علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **لا ينبغي للعالم أن يبادر بتكفير أهل الإسلام۔**

(حاشیۃ ابن عابدین، جلد: ۴، صفحہ: ۲۳۰)

تکفیر کے بارے میں بڑے علمائے کرام اور اکابرین نے ہمیشہ احتیاط سے کام لیا ہے، اور کم از کم توقف (رکنے) کی راہ اختیار کی ہے۔ سطحی، کم عمر اور غیر فقیہ افراد اس موضوع میں اکثر جلد بازی کا شکار ہو جاتے ہیں، جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب (المفہم) کی جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ پر فرماتے ہیں: **وباب التكفير باب خطير، أقدم عليه كثير من الناس فسقطوا، وتوقف فيه الفحول فسلموا، ولا يعدل بالسلامة شيئًا.**

ترجمہ: تکفیر کا باب بہت خطرناک ہے، بہت سے لوگوں نے تکفیر کے بارے میں اقدام اور جرأت دکھائی، تو وہ گمراہ ہو گئے، اور اہل علم اور باصلاحیت علمائے کرام نے اس پر توقف کیا، تو وہ بچ گئے، اور اس معاملے میں احتیاط ہی سب سے بہتر راہ ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: **"هلک المتنطعون"** (یہ تین بار کہا)۔

اور جن موضوعات پر اہلِ علم اور باصلاحیت علمائے کرام نے کوئی جرأت اور اقدام نہیں کیا، ان پر جرأت اور اقدام کرنا معاشرے اور سماج میں بہت زیادہ فساد پیدا کرتا ہے۔

جیسے ابو عثمان الحداد المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **تقديم من أخر الله وتأخير من قدم الله فتنة في الأرض وفساد كبير.**

(ترتیب المدارک و تقریب المسالک للقاضی عیاض رحمہ اللہ، جلد: ۵، صفحہ: ۸۲)

ترجمہ: جس شخص کو اللہ نے پیچھے کر دیا ہو، اسے آگے کرنا اور جو شخص اللہ نے آگے کر دیا ہو، اسے پیچھے کرنا، یہ زمین میں بہت زیادہ فساد اور فتنے پیدا کرتا ہے۔

یعنی اکابر اور بڑے علماء کی اتباع چھوڑ کر تکفیر جیسے خطرناک اور حساس موضوعات میں چھوٹے، نوجوان، کم عمر اور ایسے علمائے کرام کی طرف رجوع کرنا جنہیں اس میدان میں اللہ نے پیچھے رکھا ہوا ہے، بہت زیادہ فتنوں اور فساد کا باعث بنتا ہے۔

تکفیر کے موضوع میں احتیاط اس طرح سے کرنی چاہیے جیسے سلف صالحین، اکابرین اور فقہاء کا مزاج تھا، کیونکہ تکفیر میں جلدی اور بے خبری سے کام کرنا انسان کو دین سے خارج کر سکتا ہے۔ چونکہ خوارج تکفیر کے معاملے میں جلد بازی کرتے ہیں، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے بارے میں فرماتے ہیں: **يمرقون من الدين كما يمرق السهم من**

الرمية. (رواہ البخاری)

اسی وجہ سے علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يقع في كلام أهل المذهب تكفير كثير، ولكنه ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون، بل من غيرهم، ولا عبرة لغير الفقهاء. (فتح القدیر، جلد: ٦، صفحہ: ١٠٠)

اہل مذاہب کے کلام میں تکفیر کا حکم زیادہ ہوتا ہے، لیکن یہ فقہاء اور مجتہدین کا رویہ نہیں، بلکہ یہ ایسے حضرات کا رویہ ہے جو مجتہد فقہائے کرام نہیں ہیں، لہٰذا اس قسم کے غیر مجتہد فقہاء کے کلام اور تکفیر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ کا مقصد یہی ہے کہ تکفیر کے حوالے سے صرف اس شخص کا کلام معتبر ہے جو فقہ میں مجتہد ہو، اس کے علاوہ اس موضوع میں کسی اور کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ابن الجزی المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو کفر کے الفاظ نصوص میں آتے ہیں، ان کے احکام مختلف ہوتے ہیں:

فمنها ما هو كفر، ومنها ما هو دون الكفر، ومنها ما يجب في القتل، ومنها ما يجب فيه الأدب، ومنها ما لا يجب فيه شيء. (القوانین الفقهیة لابن جزی رح، صفحہ: ٢٤٠)

ترجمہ: ان میں سے بعض کفر ہیں، بعض کفر سے کم ہیں، کچھ میں قتل واجب ہوتا ہے، کچھ میں تادیب واجب ہوتی ہے، اور کچھ میں کوئی بھی حکم واجب نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا کہ اس کی مکمل تفصیل قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "شفا" میں بیان کی ہے۔

اس وجہ سے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت مجمل چیزوں پر تکفیر نہیں کرتے، بلکہ تفصیل سے ان کا جائزہ لیتے ہیں: وعليك بالتفصيل والتبيين فال قد أفسدا هذا الوجود إطلاق والإجمال دون بيان وخبط الأذهان والأراء كل زمان. (النونیة، صفحہ ٥٢)

ترجمہ: ہر بات کی تفصیل اور وضاحت کرو، کیونکہ جب بات مطلق اور مجمل ہو تو دنیا کو برباد کر دیتی ہے، ذہنوں اور آراء کو ہر دور میں منتشر کر دیتی ہے۔

اس وجہ سے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب تک اہل قبلہ میں سے کوئی شخص گناہ کو حلال نہ سمجھے، یعنی اس کا عقیدہ تحلیل حرام کا نہ ہو تو مطلق ارتکاب حرام پر اہل سنت والجماعت تکفیر نہیں کرتے، وہ فرماتے ہیں: لا يكفرون أحدًا من أهل القبلة بذنب. مجموع الفتوی، جلد: ٢٠، صفحہ: ٩٠

مقصد یہ ہے کہ تکفیر ایک خطرناک اور سنگین موضوع ہے، اس میں جلد بازی اور بے صبری اہل سنت والجماعت کے مزاج کے مطابق نہیں ہے اور اہل سنت کے اکابرین نے ہمیشہ اس موضوع میں بہت احتیاط برتی ہے۔

اسی لیے امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وباب التكفير باب خطير، أقدم عليه كثير من الناس

فسقطوا، وتوقف فيه الفحول فسلموا، ولا يعدل بالسلامة شيئا.

ترجمہ: تکفیر کا باب بہت خطرناک ہے، بہت سے لوگوں نے تکفیر میں اقدام اور جرأت کی، تو وہ گزر گئے، جبکہ باخبر اور باصلاحیت علمائے کرام نے اس میں توقف کیا، جس کے نتیجے میں وہ بچ گئے، اور بچ جانے کے ساتھ کوئی چیز برابری نہیں رکھتی۔

تکفیری مزاج اور تکفیر میں جلد بازی اور بے صبری معاشرے میں محبت، الفت، اور دوستی کو ختم کرکے بغض، عداوت، اور فرقہ واریت پیدا کرتی ہے، جس سے انتشار اور بدنظمی پیدا ہوتی ہے، مسلمانوں کی قوت کو کمزور کرتی ہے، اور کافر اس کا فائدہ اٹھاتے ہیں، معصوم خون اور مال کو مباح سمجھ لیا جاتا ہے، اپنے امراء کے خلاف خروج اور بغاوت کا راستہ ہموار کرتے ہیں، اور سلف، بزرگوں، اور اکابر علمائے کرام کی توہین کرتے ہیں، جیسا کہ خوارج کے ایک رہنما عمر بن عبید نے کہا: "میں علی، عثمان، طلحہ، اور زبیر رضی اللہ عنہم کی گواہی کو قبول نہیں کرتا۔"

یہ ایسا مرض ہے کہ اہم فالاہم کے قاعدے سے توجہ ہٹ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب **ترکُ قتال الخوارج**" لکھا ہے۔

تکفیر میں جلد بازی اکثر ماہر فقہاء اور مستند علماء کی طرف سے نہیں ہوتی، بلکہ یہ کم عمر اور سطحی علم رکھنے والے افراد کی جانب سے کی جاتی ہے، جس سے فائدے کے بجائے نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "**العامل على غير علم يفسد أكثر مما يصلح**"، یعنی جو شخص بغیر علم عمل کرتا ہے، اس کا نقصان فائدے سے زیادہ ہوتا ہے۔

لہذا، **"فاطلبوا العلم طلبًا لا تضر بالعبادة" اور "واطلبوا العبادة طلبًا لا تضر بالعلم"**

پر زور دیا جاتا ہے کہ علم اور عبادت کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ رہنا چاہیے۔ علم کی کمی کے ساتھ عبادت نہیں کی جا سکتی، کیونکہ ایک قوم عبادت کی تلاش میں نکل پڑی اور علم چھوڑ دیا، جس کے نتیجے میں امت مسلمہ پر تلواریں نکالی گئیں۔

یہ بات اس لیے ضروری ہے کہ انسان کو علم حاصل کرتے وقت عبادت کو اس علم کے تابع کرنا چاہیے، اور عبادت کرتے وقت بھی علم کی کمی کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔

"ولو طلبوا العلم لم يدلهم على ما فعلوا" (مفتاح دار السعادة، صفحہ: ۸۳)

ترجمہ: اور اگر انہوں نے علم حاصل کیا ہوتا تو وہ اپنے اعمال کی ہدایت پاتے۔ یہ بات "مفتاح دار السعادة" میں بھی واضح کی گئی ہے۔

جن خوارج نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، وہ بھی کم علم تھے، کیونکہ ان میں سے کوئی بھی صحابہ کرام میں سے نہیں تھا۔ اسی طرح جن خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، وہ بھی جاہل تھے اور ان میں کوئی باعلم عالم نہیں تھا۔

اسی وجہ سے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے کتاب "الرد علی البکری" جلد ۲ صفحہ ۴۹۰ پر فرماتے ہیں کہ: اہل سنت والجماعت میں علم، عدل، اور رحمت ہوتی ہے، اہل سنت والجماعت کامزاج علم، عدل اور امت پر رحم پر مبنی ہے، جبکہ خوارج میں علم، عدل اور رحم کی کمی ہوتی ہے۔

سلف صالحین (صحابہ کرام، تابعین، اور تبع تابعین) کامزاج یہ تھا کہ وہ تکفیر میں انتہائی احتیاط برتتے تھے، کیونکہ اس کے خطرناک نتائج مرتب ہو سکتے ہیں۔ اس طرح خوارج، معتزلہ، جہمیہ، اور شیعہ جیسے گمراہ فرقے سلف کے زمانے میں موجود تھے، لیکن سلف نے ان فرقوں کو فرقِ ضالہ کا لقب دیا، نہ کہ فرقِ مرتدہ یا فرقِ کافرہ۔

اگرچہ ان میں سے بعض فرقوں کے عقائد کفریہ تھے اور ان عقائد کے کفر پر سلف کا اجماع تھا، لیکن پھر بھی سلف ان فرقوں کی مطلقاً یا ان کے افراد کی معین طور پر تکفیر نہیں کرتے تھے۔ مثلاً معتزلہ اور جہمیہ دو خطرناک گمراہ فرقے تھے، جن کے بہت سے عقائد کفریہ تھے، جیسے معتزلہ عذابِ قبر کو نہیں مانتے تھے، اعمال کے وزن کو نہیں مانتے تھے، پل صراط کو نہیں مانتے تھے، یہ نہیں مانتے تھے کہ جنت اور جہنم اس وقت موجود اور تیار ہیں۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار اور رؤیت کا انکار کرتے تھے، اسی طرح معتزلہ اور جہمیہ قرآن کریم کو اللہ کا کلام نہیں مانتے تھے بلکہ اسے مخلوق سمجھتے تھے؛ حالانکہ اس بات پر سلف کا اجماع تھا کہ جو کوئی قرآن کے کسی ایک حرف کے بارے میں بھی یہ عقیدہ رکھے کہ یہ مخلوق ہے، تو یہ کفر ہے۔

لیکن پھر بھی سلف صالحین معتزلہ اور جہمیہ کو گمراہ کہتے تھے، انہیں کافر اور مرتد نہیں کہتے تھے، بلکہ مأمون، واثق اور معتصم جیسے تینوں مسلم خلفاء اعلیٰ درجے کے معتزلی تھے اور اہلِ سنت کے بڑے بڑے اماموں اور علمائے کرام کو اس وجہ سے قید کرتے یا شہید کرتے کہ وہ "خلق القرآن" کے عقیدے کو کیوں نہیں مانتے۔ اہلِ سنت کے علمائے کرام کو سرکاری اور حکومتی مناصب سے ہٹادیا جاتا اور انہیں اس وقت تک قید میں رکھا جاتا جب تک وہ "خلق القرآن" کے عقیدے کا اقرار نہ کر لیتے۔

جیسا کہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجموع الفتاوی میں فرمایا: كَمَا قَالَ السَّلَفُ مَنْ قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ وَمَنْ قَالَ: إنَّ اللَّهَ لَا يُرَى فِي الْآخِرَةِ فَهُوَ كَافِرٌ وَلَا يَكْفُرُ الشَّخْصُ الْمُعَيَّنُ حَتَّى تَقُومَ عَلَيْهِ الْحُجَّةُ.

جو شخص یہ کہے "قرآن مخلوق ہے" یا "اللہ آخرت میں نہیں دیکھے جائیں گے"، وہ کافر ہے، مگر کسی مخصوص فرد کی تکفیر حجت کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔

مجموعی طور پر سلف صالحین تکفیر کے مسئلے میں احتیاط اور انصاف سے کام لیتے تھے، جو اسلامی معاشرے کے لیے استحکام اور امن کا سبب تھا۔

اسی طرح شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ دوسری جگہ فرماتے ہیں: وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّادِقِ - وَهُوَ مَشْهُورٌ عَنْهُ - أَنَّهُمْ سَأَلُوهُ عَنْ الْقُرْآنِ أَخَالِقٌ هُوَ أَمْ مَخْلُوقٌ؟ فَقَالَ: لَيْسَ بِخَالِقٍ وَلَا مَخْلُوقٍ وَلَكِنَّهُ كَلَامُ اللَّهِ. وَهَكَذَا رُوِيَ عَنْ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَأَيُّوبَ السختياني وَسُلَيْمَانَ التيمي وَخَلْقٍ مِنْ التَّابِعِينَ. وَعَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ أَبِي لَيْلَى وَأَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَد بْنِ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقَ بْنِ رَاهَوَيْه وَأَمْثَالِ هَؤُلَاءِ مِنْ الْأَئِمَّةِ وَكَلَامُ هَؤُلَاءِ الْأَئِمَّةِ وَأَتْبَاعِهِمْ فِي ذَلِكَ كَثِيرٌ مَشْهُورٌ بَلْ اشْتَهَرَ عَنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ تَكْفِيرُ مَنْ قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ كَمَا ذَكَرُوا ذَلِكَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَغَيْرِهِ وَهَذَا الْمَأْثُورُعَنْ أَحْمَد وَهُوَ الْمَأْثُور عَنْ عَامَّةِ أَئِمَّةِ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ؛ مَنْ قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ وَمَنْ قَالَ: إنَّ اللَّهَ لَا يُرَى فِي الْآخِرَةِ فَهُوَ كَافِرٌ وَنَحْوَ ذَلِك.

ترجمہ: امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے ایک مشہور روایت منقول ہے کہ لوگوں نے ان سے پوچھا: قرآن کریم خالق ہے یا مخلوق؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: نہ خالق ہے اور نہ مخلوق، بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرح یہ روایت حسن بصری، ایوب سختیانی، سلیمان تیمی رحمہم اللہ اور دیگر بہت سے تابعین رحمہم اللہ سے بھی نقل کی گئی ہے۔

اسی طرح یہ اقوال امام مالک، لیث بن سعد، سفیان ثوری، ابن ابی لیلی، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ اور ان جیسے دیگر ائمہ رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے۔

اس مسئلے میں ان ائمہ اور ان کے پیروکاروں کا مؤقف بہت مشہور ہے، بلکہ اہل سنت کے ائمہ اور سلف صالحین کی طرف سے ان لوگوں کی تکفیر مشہور ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم مخلوق ہے۔

یہ بات امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اہل سنت کے دیگر ائمہ رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص یہ کہے کہ قرآن کریم مخلوق ہے یا یہ کہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا آخرت میں دیدار ممکن نہیں، تو ایسا شخص کافر ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: وَأَمَّا أَحْمَد بْنُ حَنْبَلٍ فَكَلَامُهُ فِي مِثْلِ هَذَا مَشْهُورٌ مُتَوَاتِرٌ وَهُوَ الَّذِي اشْتَهَرَ بِمِحْنَةِ هَؤُلَاءِ الْجَهْمِيَّة فَإِنَّهُمْ أَظْهَرُوا الْقَوْلَ بِإِنْكَارِ صِفَاتِ اللَّهِ تَعَالَى وَحَقَائِقِ أَسْمَائِهِ وَأَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ حَتَّى صَارَ حَقِيقَةُ قَوْلِهِمْ تَعْطِيلَ الْخَالِقِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَدَعَوْا النَّاس إلَى ذَلِكَ وَعَاقَبُوا مَنْ لَمْ يُجِبْهُمْ إمَّا بِالْقَتْلِ وَإِمَّا بِقَطْعِ الرِّزْقِ وَإِمَّا بِالْعَزْلِ عَنْ الْوِلَايَةِ وَإِمَّا بِالْحَبْسِ أَوْ بِالضَّرْبِ وَكَفَّرُوا مَنْ خَالَفَهُمْ فَثَبَّتَ اللَّهُ تَعَالَى الْإِمَامَ أَحْمَد حَتَّى أَخْمَدَ اللَّهُ بِهِ بَاطِلَهُمْ وَنَصَرَ أَهْلَ الْإِيمَانِ وَالسُّنَّةِ عَلَيْهِمْ وَأَذَلَّهُمْ بَعْدَ الْعِزِّ وَأَخْمَلَهُمْ بَعْدَ الشُّهْرَةِ وَاشْتَهَرَ

اسی وجہ سے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے کتاب "الرد علی البکری" جلد ۲ صفحہ ۴۹۰ پر فرماتے ہیں کہ: اہل سنت والجماعت میں علم، عدل، اور رحمت ہوتی ہے، اہل سنت والجماعت کا مزاج علم، عدل اور امت پر رحم پر مبنی ہے، جبکہ خوارج میں علم، عدل اور رحم کی کمی ہوتی ہے۔

سلف صالحین (صحابہ کرام، تابعین، اور تبع تابعین) کا مزاج یہ تھا کہ وہ تکفیر میں انتہائی احتیاط برتتے تھے، کیونکہ اس کے خطرناک نتائج مرتب ہوسکتے ہیں۔ اس طرح خوارج، معتزلہ، جہمیہ، اور شیعہ جیسے گمراہ فرقے سلف کے زمانے میں موجود تھے، لیکن سلف نے ان فرقوں کو فرقِ ضالہ کا لقب دیا، نہ کہ فرقِ مرتدہ یا فرقِ کافرہ۔

اگرچہ ان میں سے بعض فرقوں کے عقائد کفریہ تھے اور ان عقائد کے کفر پر سلف کا اجماع تھا، لیکن پھر بھی سلف ان فرقوں کی مطلقاً یا ان کے افراد کی معین طور پر تکفیر نہیں کرتے تھے۔ مثلاً معتزلہ اور جہمیہ دو خطرناک گمراہ فرقے تھے، جن کے بہت سے عقائد کفریہ تھے، جیسے معتزلہ عذابِ قبر کو نہیں مانتے تھے، اعمال کے وزن کو نہیں مانتے تھے، پل صراط کو نہیں مانتے تھے، یہ نہیں مانتے تھے کہ جنت اور جہنم اس وقت موجود اور تیار ہیں۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار اور رؤیت کا انکار کرتے تھے، اسی طرح معتزلہ اور جہمیہ قرآن کریم کو اللہ کا کلام نہیں مانتے تھے بلکہ اسے مخلوق سمجھتے تھے؛ حالانکہ اس بات پر سلف کا اجماع تھا کہ جو کوئی قرآن کے کسی ایک حرف کے بارے میں بھی یہ عقیدہ رکھے کہ یہ مخلوق ہے، تو یہ کفر ہے۔

لیکن پھر بھی سلف صالحین معتزلہ اور جہمیہ کو گمراہ کہتے تھے، انہیں کافر اور مرتد نہیں کہتے تھے، بلکہ مامون، واثق اور معتصم جیسے تینوں مسلم خلفاء اعلیٰ درجے کے معتزلی تھے اور اہل سنت کے بڑے بڑے اماموں اور علمائے کرام کو اس وجہ سے قید کرتے یا شہید کرتے کہ وہ "خلق القرآن" کے عقیدے کو کیوں نہیں مانتے۔ اہل سنت کے علمائے کرام کو سرکاری اور حکومتی مناصب سے ہٹادیا جاتا اور انہیں اس وقت تک قید میں رکھا جاتا جب تک وہ "خلق القرآن" کے عقیدے کا اقرار نہ کر لیتے۔

جیسا کہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے مجموع الفتاوی میں فرمایا: كَمَا قَالَ السَّلَفُ مَنْ قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ وَمَنْ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ لَا يُرَى فِي الْآخِرَةِ فَهُوَ كَافِرٌ وَلَا يَكْفُرُ الشَّخْصُ الْمُعَيَّنُ حَتَّى تَقُومَ عَلَيْهِ الْحُجَّةُ.

جو شخص یہ کہے "قرآن مخلوق ہے" یا "اللہ آخرت میں نہیں دیکھے جائیں گے"، وہ کافر ہے، مگر کسی مخصوص فرد کی تکفیر حجت کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔

مجموعی طور پر سلف صالحین تکفیر کے مسئلے میں احتیاط اور انصاف سے کام لیتے تھے، جو اسلامی معاشرے کے لیے استحکام اور امن کا سبب تھا۔

اسی طرح شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ دوسری جگہ فرماتے ہیں: وَعَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ الصَّادِقِ - وَهُوَ مَشْهُورٌ عَنْهُ - أَنَّهُمْ سَأَلُوهُ عَنْ الْقُرْآنِ أَخَالِقٌ هُوَ أَمْ مَخْلُوقٌ؟ فَقَالَ: لَيْسَ بِخَالِقٍ وَلَا مَخْلُوقٍ وَلَكِنَّهُ كَلَامُ اللَّهِ. وَهَكَذَا رُوِيَ عَنْ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ وَأَيُّوبَ السختياني وَسُلَيْمَانَ التيمي وَخَلْقٍ مِنْ التَّابِعِينَ. وَعَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَاللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَسُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَابْنِ أَبِي لَيْلَى وَأَبِي حَنِيفَةَ وَالشَّافِعِيِّ وَأَحْمَد بْنِ حَنْبَلٍ وَإِسْحَاقَ بْنِ رَاهَوَيْه وَأَمْثَالِ هَؤُلَاءِ مِنْ الْأَئِمَّةِ وَكَلَامُ هَؤُلَاءِ الْأَئِمَّةِ وَأَتْبَاعِهِمْ فِي ذَلِكَ كَثِيرٌ مَشْهُورٌ بَلْ اشْتَهَرَ عَنْ أَئِمَّةِ السَّلَفِ تَكْفِيرُ مَنْ قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ كَمَا ذَكَرُوا ذَلِكَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَغَيْرِهِ وَهَذَا الْمَأْثُورُعَنْ أَحْمَد وَهُوَ الْمَأْثُورُ عَنْ عَامَّةِ أَئِمَّةِ السُّنَّةِ وَالْحَدِيثِ أَنَّهُمْ كَانُوا يَقُولُونَ؛ مَنْ قَالَ: الْقُرْآنُ مَخْلُوقٌ فَهُوَ كَافِرٌ وَمَنْ قَالَ: إنَّ اللَّهَ لَا يُرَى فِي الْآخِرَةِ فَهُوَ كَافِرٌ وَنَحْوَ ذَلِك.

ترجمہ: امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے ایک مشہور روایت منقول ہے کہ لوگوں نے ان سے پوچھا: قرآن کریم خالق ہے یا مخلوق؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: نہ خالق ہے اور نہ مخلوق، بلکہ یہ اللہ کا کلام ہے، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرح یہ روایت حسن بصری، ایوب سختیانی، سلیمان تیمی رحمہم اللہ اور دیگر بہت سے تابعین رحمہم اللہ سے بھی نقل کی گئی ہے۔

اسی طرح یہ اقوال امام مالک، لیث بن سعد، سفیان ثوری، ابن ابی لیلی، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ اور ان جیسے دیگر ائمہ رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے۔

اس مسئلے میں ان ائمہ اور ان کے پیروکاروں کا موقف بہت مشہور ہے، بلکہ اہل سنت کے ائمہ اور سلف صالحین کی طرف سے ان لوگوں کی تکفیر مشہور ہے جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم مخلوق ہے۔

یہ بات امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور اہل سنت کے دیگر ائمہ رحمہم اللہ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا: جو شخص یہ کہے کہ قرآن کریم مخلوق ہے یا یہ کہے کہ اللہ سبحانہ و تعالی کا آخرت میں دیدار ممکن نہیں، تو ایسا شخص کافر ہے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: وَأَمَّا أَحْمَد بْنُ حَنْبَلٍ فَكَلَامُهُ فِي مِثْلِ هَذَا مَشْهُورٌ مُتَوَاتِرٌ وَهُوَ الَّذِي اشْتَهَرَ بِمِحْنَةِ هَؤُلَاءِ الْجَهْمِيَّة فَإِنَّهُمْ أَظْهَرُوا الْقَوْلَ بِإِنْكَارِ صِفَاتِ اللَّهِ تَعَالَى وَحَقَائِقِ أَسْمَائِهِ وَأَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ حَتَّى صَارَ حَقِيقَةُ قَوْلِهِمْ تَعْطِيلَ الْخَالِقِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى وَدَعَوْا النَّاس إلَى ذَلِكَ وَعَاقَبُوا مَنْ لَمْ يُجِبْهُمْ إمَّا بِالْقَتْلِ وَإِمَّا بِقَطْعِ الرِّزْقِ وَإِمَّا بِالْعَزْلِ عَنْ الْوِلَايَةِ وَإِمَّا بِالْحَبْسِ أَوْ بِالضَّرْبِ وَكَفَّرُوا مَنْ خَالَفَهُمْ فَثَبَّتَ اللَّهُ تَعَالَى الْإِمَامَ أَحْمَد حَتَّى أَخْمَدَ اللَّهُ بِهِ بَاطِلَهُمْ وَنَصَرَ أَهْلَ الْإِيمَانِ وَالسُّنَّةِ عَلَيْهِمْ وَأَذَلَّهُمْ بَعْدَ الْعِزِّ وَأَخْمَلَهُمْ بَعْدَ الشُّهْرَةِ وَاشْتَهَر

کو قبول کرتے تھے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو بھی جائز قرار دیتے تھے، کیونکہ اہل سنت ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور اسے جائز سمجھتے ہیں، جبکہ اہل بدعت اہل سنت کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

شیخ الاسلام علامہ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کسی علمی مباحثی میں ایک شافعی المسلک عالم سے فرمایا: **عِنْدِي عَقِيدَةٌ لِلشَّيْخِ أَبِي الْبَيَانِ، فِيهَا أَنَّ مَنْ قَالَ: إِنَّ حَرْفًا مِنْ الْقُرْآنِ مَخْلُوقٌ فَقَدْ كَفَرَ وَقَدْ كَتَبْت عَلَيْهَا بِخَطِّك أَنَّ هَذَا مَذْهَبُ الشَّافِعِيِّ وَأَئِمَّةِ أَصْحَابِهِ.**

ترجمہ: میں شیخ ابو البیان رحمہ اللہ کے عقیدے پر قائم ہوں، جن کا کہنا تھا کہ: جو شخص قرآن کریم کے کسی ایک حرف کو بھی مخلوق کہے، وہ کافر ہو گیا۔ اور آپ نے اس عقیدے سے متعلق اپنی تحریر میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔

ان تمام عبارتوں کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ سلف صالحین، باوجود اس کے کہ وہ اتفاقِ رائے سے خلقِ قرآن کے عقیدے کو کفر قرار دیتے تھے، لیکن پھر بھی معتزلہ اور جہمیہ کو کافر نہیں کہتے تھے۔ بلکہ انہیں گمراہ فرقوں (فرقِ ضالہ) اور بدعتی فرقوں (فرقِ مبتدعہ) میں شمار کرتے تھے۔ انہوں نے مأمون الرشید، معتصم باللہ اور واثق باللہ کو بھی مرتد نہیں کہا، حالانکہ یہ اعلیٰ درجے کے معتزلی تھے اور اعتزال کے عقیدے کو نہ ماننے کی وجہ سے انہوں نے بڑے بڑے سلف علما کو شہید کیا، قید کیا، منصبوں اور عہدوں سے ہٹادیا، اور بیت المال سے ان کی تنخواہیں بند کر دیں، بعض کو تو اس وقت تک قید میں رکھا جب تک وہ ان کے باطل عقیدے کو قبول نہ کریں، لیکن اس کے باوجود سلف صالحین نے ان کی تکفیر میں بہت زیادہ احتیاط برتی اور ان خلفاء کی تکفیر نہیں کی۔

جیسا کہ ابو حامد بن مرزوق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فقہا اور محدثین نے معتزلہ کو کافر قرار نہیں دیا، حالانکہ وہ گمراہ تھے اور سوادِ اعظم (اہلِ سنت) کے راستے سے منحرف تھے۔ ان کی گمراہی کے باوجود تابعین اور ان کے پیروکاروں نے بھی ان کی تکفیر نہیں کی، حتیٰ کہ علماء کو اذیت دینے کے باوجود بھی فقہاء اور محدثین نے انہیں کافر نہیں کہا؛ زیادہ سے زیادہ اہلِ سنت نے ان کے بارے میں یہی کہا کہ وہ بدعتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ معتزلہ میں بہت سی کمزوریاں اور خرابیاں تھیں، کیونکہ وہ گمراہ تھے اور اہلِ سنت والجماعت کے راستے سے منحرف تھے۔ انہوں نے علما کو سخت سزائیں دیں، لیکن فقہاء اور محدثین نے ان کی تکفیر نہیں کی، زیادہ سے زیادہ یہی کہا گیا کہ وہ بدعتی ہیں۔

اگرچہ ان میں اہلِ سنت کے منہج سے انحراف موجود تھا، لیکن ان کے کچھ اچھے کام بھی تھے، جیسے کہ وہ زندیقوں اور ملحدوں کا بھرپور انداز سے رد کرتے تھے، جو اس وقت بڑھ گئے تھے، اور عباسی خلافت کے ابتدائی دور میں وہ مختلف طریقوں، جیسے

مناظروں اور رسائل کے ذریعے اسلامی شریعت پر ہونے والے اعتراضاتکا جواب دیتے تھے۔
اسی طرح، ملاعلی قاری رحمہ اللہ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الصواب عند الأكثرين من علماء السلف والخلف أن لا نكفر أهل البدع والأهواء إلا إذا أتوا بكفر صريح لا استلزامي، لأن الأصح أن لازم المذهب ليس بمذهب، ومن ثم لا يزال المسلمون يعاملونهم معاملة المسلمين في نكاحهم وإنكاحهم والصلاة على موتاهم، ودفنهم في مقابرهم، لأنهم وإن كانوا مخطئين غير معذورين حقت عليهم كلمة الفسق والضلالة إلا أنهم لم يقصدوا بما قالوه اختيار الكفر.

ترجمہ: سچی بات یہ ہے کہ اکثر متقدمین و متاخرین علمائے کرام کا یہی موقف ہے کہ ہم بدعتیوں کو کافر نہیں کہتے، سوائے اس کے کہ اگر وہ واضح کفر کا ارتکاب کریں، کیونکہ زیادہ صحیح رائے یہ ہے کہ لازم مذہب، مذہب نہیں ہوتا، اسی وجہ سے مسلمانوں نے ہمیشہ بدعتیوں کے ساتھ مسلمانوں والا ہی معاملہ کیا، جیسے نکاحوں میں، جنازوں میں، دفن کرنے میں، کیونکہ اگرچہ وہ غلطی کر گئے ہیں اور ان کو معذور نہیں کہا جاسکتا، وہ فاسق ہو گئے ہیں اور گمراہ ہو گئے ہیں، لیکن ان کا مقصد کفر کرنا نہیں تھا۔

شہاب خفاجی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں: **ذهب الأشعري إلى عدم تكفير أهل الهوى والمذاهب المردودة، وعلى ذلك أكثر العلماء من الحنفية والشافعية.**

ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے بدعتیوں کے تکفیر سے اجتناب کیا ہے، اور اس مکتبہ فکر کے لوگوں کے تکفیر سے بھی، جو کہ مردود ہیں۔ یہ رائے احناف اور شوافع میں سے اکثر علمائے کرام کی ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر قسم کی بدعت انسان کو اہل سنت و الجماعت سے خارج نہیں کرتی، بدعتوں میں مختلف مراتب اور اقسام ہیں، امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنے کتاب "الاعتصام" میں اس پر خوب بحث کی ہے۔ سابقہ مبتدعین جیسے معتزلہ، جہمیہ، قدریہ، خوارج، اور اہل تشیع یہ سب اصولی، عقائدی، اور کلی بدعتوں میں مبتلا تھے، یعنی وہ کل بدعتوں میں شامل تھے، اس لیے وہ اہل سنت سے خارج ہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص اصولی، عقیدتی، اور کلی بدعتوں میں ملوث نہ ہو، بلکہ کسی جزئی یا فرعی بدعت میں مبتلا ہو، تو وہ اہل سنت سے خارج نہیں ہوتا۔ بعض اوقات تو اہل سنت کے درمیان مختلف آراء ہوتی ہیں، تو اس صورت میں وہ بدعت اتفاقی نہیں ہوتی۔ بعض لوگ اس کو مستحب کہتے ہیں اور بعض بدعت، جیسے کہ "معالم في الوسطية والاعتدال" کے صفحہ ۲۰ پر بدعات اور ان کے مراتب سے متعلق لکھا گیا ہے:

تفاوت مراتبا لبدع، فمنها ما يخرج منا لسنة، ومنها ما دون ذلك، كما في كلاما لشاطبي في "الاعتصام" وتقسيمها لبدعة إلى كلية وجزئية، وأن الجزئية لا تُخرج من السنة إلا إذا كثرت حتى تقوم مقام البدعة الكلية، القائمة على أصل مخالف للكتاب والسنة.

بدعات اور ان کے مراتب میں فرق:
بعض بدعتیں ایسی ہیں جو انسان کو اہل سنت سے خارج کرتی ہیں، اور بعض ایسی ہیں جو اتنی شدید نہیں ہوتیں بلکہ کم درجے کی بدعتیں ہوتی ہیں، یعنی وہ انسان کو اہل سنت سے خارج نہیں کرتیں۔ امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الاعتصام" میں اس بات کو بیان کیا ہے اور بدعت کو کلی اور جزئی میں تقسیم کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جزئی بدعتیں انسان کو اہل سنت سے خارج نہیں کرتیں، سوائے اس صورت کے کہ وہ اتنی زیادہ بڑھ جائیں کہ کلی بدعتوں کے مقام تک پہنچ جائیں، جو قرآن اور سنت کے مخالف اصولوں اور قواعد پر مبنی ہوں۔
شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ بہت سے اہل سنت والجماعت بعض بدعتوں میں ملوث ہوتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ اہل سنت والجماعت سے خارج نہیں ہوتے۔
علامہ شاطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب (الاعتصام) میں فرماتے ہیں:

ثُمَّ إنَّ الْبِدَعَ عَلَى ضَرْبَيْنِ: كليَّة وجزئيَّة، فأمَّا الكليَّة: فَهِيَ السَّارِيَةُ فِيمَا لَا يَنْحَصِرُ مِنْ فُرُوعِ الشَّرِيعَةِ، وَمِثَالُهَا بِدَعُ الْفِرَقِ الثَّلَاثِ وَالسَّبْعِينَ فإنَّها مُخْتَصَّةٌ بِالْكُلِّيَّاتِ مِنْهَا دُونَ الْجُزْئِيَّاتِ.

وأَمَّا الْجُزْئِيَّةُ: فَهِيَ الْوَاقِعَةُ في الْفُرُوعِ الْجُزْئِيَّةِ، وَلَا يَتَحَقَّقُ دُخُولُ هَذَا الضَّرْبِ مِنَ الْبِدَعِ تَحْتَ الْوَعِيدِ بِالنَّارِ، وَإِنْ دَخَلَتْ تَحْتَ الْوَصْفِ بالضلال، فَعَلَى هَذَا إِذَا اجْتَمَعَ فِي الْبِدْعَةِ وَصْفَان، كَوْنُهَا جُزْئِيَّةً وَكَوْنُهَا بِالتَّأْوِيلِ، صَحَّ أَنْ تَكُونَ صغيرة والله أعلم.

ترجمہ: بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعات کلیہ اور بدعات جزئیہ
جو بدعات کلیہ ہیں، وہ شریعت کے بے شمار جزئیات اور فروعات میں سرایت کر جاتی ہیں (یعنی ان بدعات کی وجہ سے دین کے بے شمار فرعی اور جزئی احکام کی صورت و احکام بدل جاتے ہیں، جیسے شیعہ، معتزلہ، جہمیہ، خوارج وغیرہ کی بدعات) ان کا مثال وہ 73 گمراہ فرقے اور جماعتیں ہیں جو کلی بدعات میں شامل ہیں، نہ کہ جزئیات میں، اور جو جزئی بدعات ہیں، وہ صرف جزئی فروعات میں واقع ہوتی ہیں اور صرف اسی جزئی مسئلے تک محدود ہوتی ہیں۔
اس قسم کی بدعات ان بدعات سے مختلف ہیں جن کے بارے میں جھنم کی آگ میں سزا دینے کی وعید (خبرداری) آئی ہے۔
اگرچہ یہ بھی ضلالت اور گمراہی میں شامل ہوتی ہیں، جب کسی بدعت میں دو صفات ہوں، ایک یہ کہ وہ جزئی بدعت ہو، اور دوسرا یہ کہ وہ تاویل کے ساتھ ہو، تو یہ ایک چھوٹی بدعت شمار ہوتی ہے۔
علامہ شاطبی رحمہ اللہ نے بدعات کے حکم کے حوالے سے اس موضوع پر خوب بحث کی ہے، بدعتوں کا مسئلہ آج کل کچھ پہلوؤں

میں افراط کا شکار ہو چکا ہے اور جزئی، اشتباہی اور اختلافی بدعات کے بارے میں فتویٰ دیا جاتا ہے کہ یہ اہل سنت سے خارج کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی یا ناجائز سمجھا جاتا ہے۔

اس قسم کا شدت پسند رویہ اسلامی اور جہادی تحریکات کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتا ہے، کیونکہ اس طرح کے افراطی افراد کے لئے جہادی تحریکات میں زندگی مشکل ہو جاتی ہے، جہادی تحریکات پوری امت کی نمائندگی کرتی ہیں اور اسلامی امت کے تمام طبقات کو کفری نظاموں کے خلاف اور اسلامی دنیا کی آزادی کے لئے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس طرح کے عناصر کبھی کبھار بڑے اختلافات اور تفرقے کا سبب بنتے ہیں، حالانکہ اسلاف نے جہادی اعمال میں کفر کے خلاف عقیدوی بتدعین یعنی گمراہ فرقوں (معتزلہ وغیرہ) کے ساتھ بھی ایک صف میں کام کیا تھا۔

لہذا اہل سنت والجماعت کے اصول میں ایک اہم اصول یہ بھی ہے کہ تکفیر میں بہت احتیاط ضروری ہے، اور اس پر تمام اہل سنت کے فقہاء اور ائمہ کرام متفق ہیں۔

۱۔ امام ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ کی ایک بات مجھے بہت پسند آئی، اور وہ یہ کہ جب آپ کا انتقال ہو رہا تھا، تو آپ نے زاہر بن احمد سرخسی رحمہ اللہ سے کہا: **اشهد علىّ انى لا اكفر احدا من اهل القبلة لان الكل يشيرون الى معبود واحد۔**

ترجمہ: گواہ رہو کہ میں اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہتا، کیونکہ یہ سب ایک معبود کی عبادت کرتے ہیں۔

۲۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں بھی اسی دین پر ہوں اور ہمارے شیخ واستاد علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی اپنے آخری ایام میں یہی کہا کرتے تھے کہ میں امت میں کسی کی تکفیر نہیں کرتا۔

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: جلد 15، صفحہ 88)

۳۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **انه لايسارع الى التكفير الا الجهلة وينبغي الاحتراز من التكفير ما وجد الانسان الى ذالک سبيلا فان استباحة الدماء والاموال من المصلين الى القبلة المصرحين بقول لا اله الا الله محمد رسول الله خطأ والخطأ فى ترک الف كافر اهون من الخطاء فى سفک محجمة من دم مسلم.**

ترجمہ: تکفیر میں جلد بازی جاہلوں کا کام ہے، تکفیر سے احتراز کرنا چاہیے جب تک اس کا کوئی ٹھوس سبب نہ ہو، کیونکہ ان لوگوں کے خون ومال کو مباح بنانا جو قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور جنہوں نے 'لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ' کہا ہے، یہ خطا ہے، اور ایک ہزار کافروں کو چھوڑنے میں غلطی کرنا، ایک مسلمان کے خون بہانے سے کم تر ہے۔ (الاقتصاد فی الاعتقاد للغزالی، صفحہ: ۱۴۳)

۴۔ علامہ ابن نجیم رحمہ اللہ فرمایٔ: **وینبغي للعالم ان لایبادر بتكفير اهل الاسلام. واذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه يمنع التكفير.** (البحر الرائق: ۱۳۴/۵)

ترجمہ: عالم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اہل اسلام کے تکفیر میں جلدی بازی نہ کرے اور اگر مسئلے میں تکفیر کے مختلف پہلو ہوں، اور ایک پہلو تکفیر کو روکنے والا ہو، تو مفتی کو چاہیے کہ وہ اس پہلو کو ترجیح دے جو تکفیر سے روکتا ہو، کیونکہ مسلمانوں کے بارے میں اچھا گمان رکھنا ضروری ہے۔"

آج کل کچھ لوگ جو تکفیری اور خارجی مزاج رکھتے ہیں، معمولی شبہات پر بھی کسی کو کافر قرار دیتے ہیں اور اپنے مخالفین کی تکفیر کرنے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں، حالانکہ ان کے دلائل کمزور ہوتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ تکفیر ایک بہت خطرناک موضوع ہے، سلف صالحین نے تکفیر کے معاملے میں بہت احتیاط کی تھی اور حتی الامکان کوشش کی کہ کسی مسلمان کی تکفیر نہ ہو، حتیٰ کہ اگر تکفیر نہ کرنے کی دلیل اور وجہ ضعیف ہو، تب بھی وہ عدم تکفیر کو ہی ترجیح دیتے تھے۔ (اس موضوع پر مدلل اور مفصل بحث بعد میں پیش کی جائے گی)

معاصر جہاد کو تکفیری عناصر کی وجہ سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا، جہاد اور مجاہدین کے نام پر عام مسلمانوں، علمائے کرام اور مجاہدین کے پاکیزہ خون کو بہایا گیا، مجاہدین کی صفیں تفرقے اور انتشار کا شکار ہوگئیں، اور ایسی غیر شرعی یا مشکوک کارروائیاں اور واقعات سامنے آئے جنہوں نے جہادی دعوت اور تحریکوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ مجاہدین کی دعوت اور حیثیت کو مسلمان عوام میں مشکوک بنادیا گیا، اور جہادی تحریکوں کے مخالفین اور طواغیت کو ایسے پراپیگنڈے (منفی تشہیر) کرنے کا موقع اور دلائل فراہم کیے، جس کا تدارک اب تک نہیں ہو سکا۔

ان سب کے پیچھے تکفیری عناصر اور ان کا باطل اور غیر سنی عقیدہ تھا، جو جہادی تحریکوں کے سامنے رکاوٹ اور مانع بنے، اسی لیے جہادی تحریکیں اپنے محاذ پر مناسب شرعی جہادی سیاست اور پالیسی وضع نہ کرسکیں۔ اس کے نتیجے میں بعض محاذوں پر جیتی ہوئی جنگ شکست میں بدل گئی، اور کچھ محاذ انتہائی کمزوری کا شکار ہوگئے۔ بہت بڑی اور تاریخی قربانی دنیاوی طور پر ضائع ہو گئی، اور امت کے کئی جوان جو آزمائش اور قربانی کے میدان میں آئے تھے، تکفیری عناصر کے ہاتھوں یرغمال بن گئے، اور عالمی جہاد میں خوارج کا ایک بڑا محاذ وجود میں آیا، جس نے تمام جہادی محاذوں پر نہ صرف مجاہدین کے خلاف بلکہ علمائے کرام اور عام مسلمانوں کے خلاف بھی جنگ شروع کردی۔

یہ تکفیری جنگ ابھی تک جاری ہے، اور اس نے عام مسلمانوں کے درمیان جہادی دعوت اور تحریکوں کو شدید معنوی، مالی اور جانی نقصان پہنچایا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ گیارہ ستمبر کے بعد جہادی ادبیات، تشہیری مواد اور نشر و اشاعت میں تکفیری عناصر اور بعض جاہل ملاؤں کے مضامین، تحریریں اور رسائل شائع ہونے لگے، جن سے ایک آزاد تکفیری محاذ وجود

میں آیا۔

اب بھی جہادی صفوں میں شامل علمائے کرام اور مشائخ عظام کو چاہیے کہ وہ اہل سنت والجماعت کے ائمہ متبوعین اور سلف صالحین کے منہج، مشرب اور مزاج کو مد نظر رکھتے ہوئے ان موضوعات پر تحقیق کریں، اور مجاہدین اور جہادی تحریکات کو ان افکار اور عناصر سے بچائیں۔ کیونکہ اللہ تعالی کی نصرت کا وعدہ اہل سنت والجماعت کے ساتھ ہے، اور جب بھی اہل سنت والجماعت کے مسلک، مشرب اور مزاج سے انحراف ہوا، تو ناقابل تلافی نقصان پیدا ہوا، بلکہ اس انحراف کی وجہ سے بڑی بڑی تحریکیں روبزوال ہوگئیں۔

علامہ شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لاينبغي للعالم ان يبادر بتكفير اهل الاسلام. (حاشیۃ ابن عابدین، جلد:٦، صفحہ:٢٣٠)

ترجمہ: عالم کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمانوں کی تکفیر میں احتیاط سے کام لے، جلد بازی نہ کرے۔

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **يقع في كلام اهل المذهب تكفير كثير ولكنه ليس من كلام الفقهاء الذين هم المجتهدون بل من غيرهم ولا عبره بغير الفقهاء.** (فتح القدیر، جلد:٦، صفحہ:١٠٠)

ترجمہ: احناف کے ہاں تکفیر عام ہے لیکن یہ فقہاء کے نزدیک صحیح نہیں، کیونکہ اس معاملے میں فقہاء کے علاوہ دیگر افراد کے اقوال کا کوئی اعتبار نہیں۔

ابن الجزی المالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **فمنها ماهو كفر ومنها ماهو دون الكفر ومنها مايجب فيه القتل ومنها مايجب فيه الادب ومنها مالايجب فيه شئ.**

(القوانین الفقہیۃ لابن الجزی رحمہ اللہ، صفحہ:٢٤٠)

ترجمہ: کفر کے جو الفاظ نصوص میں وارد ہوئے ہیں، ان کے مختلف احکام ہیں بعض کفر ہیں، بعض کفر سے کم درجے کے ہیں، بعض میں قتل واجب ہوتا ہے، بعض میں تادیب واجب ہوتی ہے اور بعض میں کچھ بھی واجب نہیں ہوتا۔ پھر کہتے ہیں کہ اس کی مکمل تفصیل قاضی عیاض رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الشفاء" میں بیان کی ہے۔ اسی طرح شیعہ بھی اپنے باطل عقائد کے ساتھ سلف کے دور میں موجود تھے، لیکن سلف صالحین نے شیعوں کی کلی طور پر تکفیر نہیں کی، بلکہ ان کے عقائد پر فتوے دیے تھے۔

اسی طرح خوارج بھی سب سے پہلے گمراہ فرقے کے طور پر وجود میں آئے تھے اور انہوں نے خود کو اسلام سے منسوب کیا۔ انہوں نے اس وقت کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں) کو کافر قرار دیا، حالانکہ ان میں بعض وہ صحابہ کرام بھی شامل تھے جو عشرہ مبشّرہ میں شامل

تھے، یعنی جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی، مگر افسوس کہ خوارج نے ان پاکیزہ نفوس کو بھی کافر قرار دیا۔ تاہم سلف (صحابہ کرام اور پھر بعد میں تابعین اور تبع تابعین) نے ان خوارج کو کافر نہیں کہا، البتہ انہیں گمراہ ضرور کہا۔

اس لیے امام شاطبی رحمہ اللہ اپنے کتاب "الاعتصام" کے دوسری جلد کے بیسویں صفحے پر فرمایا: **وقد اختلف الأمة في تكفير هؤلاء الفرق أصحاب البدع العظمى، ولكن الذي يقوي في النظر ويحسب في الأثر عدم القطع بتكفيرهم، والدليل عليه عمل السلف الصالح فيهم.**

ترجمہ: امت میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا ان بدعتیوں کو کافر قرار دیا جائے یا نہیں، لیکن جو چیز زیادہ مضبوط نظر آتی ہے اور جو آثار میں بھی دیکھی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ان کو کافر قرار دینا قطعیت کے ساتھ ثابت نہیں ہے، اور اس پر دلیل سلف صالحین کا عمل ہے۔

وہ گمراہ فرقے (جو بڑی بدعتوں والے ہیں، یعنی جن کی بدعتیں کفر کو جنم دیتی ہیں) جیسے مرجئہ، معتزلہ، روافض، جہمیہ، قدریہ اور خوارج وغیرہ کی تکفیر کے بارے میں امت میں اختلاف ہے، لیکن مؤثق بات یہ ہے کہ سلف صالحین نے ان کی تکفیر نہیں کی۔

اس لیے امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی شرح مسلم میں فرمایا: **"ولا يكفر أهل الهواء والبدع"** (جلد: ۱، صفحہ: ۱۵۰)

(یعنی اہل بدعت و اہل ہوا کو کافر نہیں کہا جاتا)۔

یہاں مراد اہل بدعت سے وہ گروہ ہیں جن کے عقائد کفر پر مبنی ہیں، جیسے خوارج، معتزلہ، قدریہ، روافض اور دیگر فرقے، لیکن ان کی تاویلات کی وجہ سے سلف نے ان کی تکفیر نہیں کی۔

اسی طرح اہل سنت والجماعت کے اصول میں یہ بھی شامل ہے کہ جب کسی عمل میں تکفیر کا احتمال ہو، تو عدم تکفیر کو ترجیح دی جاتی ہے، اور کبھی کسی گمراہ فرقے کے فرد کو شک، شبہات، احتمالات، تاویلات یا ظن کی بنیاد پر کافر قرار نہیں دیا جاسکتا۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا قول:

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **"باب من صلى قدامه تنور او نار او شئ مما يعبد فارادا بها الله."**

یعنی اگر کسی شخص کے سامنے آگ، بت، قبر یا کوئی اور چیز ہو، اور وہ ان کی عبادت کے لیے نماز نہ پڑھ رہا ہو، بلکہ اس کا مقصد اللہ کے لیے نماز پڑھنا ہو، تو اس کا نماز پڑھنا جائز ہے اور وہ کافر نہیں ہوگا، جب تک یہ بات اس سے نہیں کہی گئی کہ وہ اللہ کی عبادت کے بجائے کسی مخلوق کی عبادت کر رہا ہے۔

"الصلاة جائزة إلى كل شيء إذا لم يقصد الصلاة إليه وقصد بها الله تعالى، والسجود لوجهه

خالصًا، ولا يضره استقبال شيء من المعبودات وغيرها كما لم يضر الرسول ما رآه في قبلته من النار." (شرح صحیح بخاری لابن بطال، صفحہ ۴۴۹)

یعنی نماز ہر چیز کی طرف جائز ہے جب تک کہ مقصد نماز کا اس چیز کے لیے نہ ہو، بلکہ مقصد اللہ کی رضا ہو، اور سجدہ خالص اللہ کے لیے ہو۔ اس صورت میں، اگر نماز کے دوران کسی باطل معبود کی طرف رخ کیا جائے، تو اس نمازی کو نقصان نہیں پہنچتا، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، اور قبلے کی جانب آگ جل رہی تھی۔

امام مالک رحمہ اللہ کا قول:

امام مالک رحمہ اللہ اپنی کتاب (فقہ السنۃ) جلد دوم، صفحہ ۲۴۳ پر فرماتے ہیں:

متى يكون المسلم مرتدا، ان المسلم لايعتبر خارجا عن الاسلام ولا يحكم عليه باا لردة الا اذا انشرح صدره باالكفر واطمأن قلبه به و دخل فيه باالفعل لقول الله تعالى ولكن من شرح باالكفر صدرا ويقول الرسول ﷺ انما الا عمال باالنيات وانما لكل امرئ مانوى، ولما كان فى القلب غيبا من الغيوب التى لايعلمها الا الله كان لابد من صدور مايدل على كفره دلالة قطعية لاتحتمل التاويل، حتى نسب الى الامام مالكؒ انه قال من صدرعنه ما يحتمل الكفر من تسعة وتسعين وجها ويحتمل وجها ويحتمل الايمان من وجه حمل امره على الايمان.

ترجمہ: مسلمان کب مرتد ہوتا ہے؟ یقیناً مسلمان اسلام سے خارج نہیں ہوتا اور اس پر ارتداد کا حکم نہیں لگتا، جب تک کہ اس کے سینے میں کفر نہ اُترے، اور اس کا دل کفر پر اطمینان نہ پائے، اور وہ کفر میں عملاً داخل نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا: لیکن وہ شخص جو اپنے سینے کو کفر کے لیے کھولے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے، اور ہر انسان کو وہی ملتا ہے جو اس نے نیت کی ہو۔"

چونکہ دل کی باتیں غیب کی چیزیں ہیں اور اللہ تعالی کے سوا کوئی بھی ان سے واقف نہیں، اس لیے ضروری ہے کہ اس سے کچھ ایسا صادر ہو جو اس کے کفر پر قطعی دلیل کے طور پر ثابت ہو اور اس میں تاویل کا کوئی امکان نہ ہو۔

خوارج (داعش) تاریخ کے اوراق میں

تحریر: بہاند ایمن

ألحمد لله الذي أمرنا بالسمع والطاعة، وهدانا الى طريقة اهل السنة والجماعة، وصاننا من طُرُق البدعة والضلالة، والصلوة والسلام على من اوضح لنا سيمات الفرقة الضالة، وعلى اله واصحابه الذين قاتلوا اهل البدع بالسيف والرماحة.

امابعد! قال الله تعالى:

قل هل ننبئكم بالأخسرين أعمالا الذين ضل سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون أنهم يحسنون صنعا. أولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقائه فحبطت أعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا. (الکہف ۱۰۳۔۱۰۵)

ترجمہ: کہہ دو! کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال کے اعتبار سے سب سے زیادہ خسارے میں کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیوی زندگی میں ان کی ساری دوڑ دھوپ سیدھے راستے سے بھٹکی رہی، اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے مالک کی آیات کا اور اس کے سامنے پیش ہونے کا انکار کیا، اس لیے ان کا سارا کیا دھرا غارت ہوگیا۔ چنانچہ قیامت کے دن ہم ان کا کوئی وزن شمار نہیں کریں گے۔

قال البخاري: ثنا أبو اليمان، ثنا شعيب عن الزهري، قال: أخبرني أبو سلمة بن عبد الرحمن إن أبا سعيد الخدري قال: بينما نحن عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يقسم قسما، أتاه ذو الخويصرة- وهو رجل من بني تميم- فقال: يا رسول الله اعدل، فقال: ويلك، ومن يعدل؟ قد خبت وخسرت إن لم أكن أعدل، فقال عمر: يا رسول الله ائذن لي فيه فأضرب عنقه، فقال: دعه فإن له أصحابا يحقر أحدكم صلاته مع صلاتهم وصيامه مع صيامهم، يقرءون القرآن لا يجاوز تراقيهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية.

ترجمہ: حضرت سعید خدری کہتے ہیں کہ ہم (مقام جعرانہ میں) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ (غزوۂ حنین سے حاصل شدہ) مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، ایک شخص جس کا نام ذو الخویصرہ تھا اور جو (مشہور قبیلہ) بنی تمیم سے تعلق رکھتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ (مال غنیمت کی تقسیم میں) عدل وانصاف سے کام لیجیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا تجھ پر افسوس ہے، میں عدل و انصاف نہیں کروں گا تو کون کرے

گا؟اگر میں عدل و انصاف سے کام نہ لوں تو یقینا تو محروم ہو جائے گا اور تو گھاٹے میں رہے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (بارگاہِ رسالت میں اس شخص کی یہ گستاخانہ فقرہ بازی دیکھ کر) عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اجازت دیجیے کہ اس (گستاخ و بد بخت) انسان کا سر قلم کر دوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: (نہیں) اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ کچھ لوگ اس کے تابعدار ہوں گے جن کی نمازوں کے مقابلہ پر تم اپنی نمازوں کو اور جن کے روزوں کے مقابلہ پر تم اپنے روزوں کو حقیر جانو گے، وہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہ جائے گا۔ اور وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو چھید تا ہوا پار نکل جاتا ہے۔

اسلام اتحاد و اتفاق کا دین ہے، اس نے ہمیشہ مسلمانوں کو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے کی تلقین کی ہے، اتحاد و اتفاق کی خوبیوں سے آگاہ کیا ہے، اختلاف و افتراق سے منع کیا ہے اور ان کے برے نتائج سے خبردار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُواوَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَاكَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ. (آل عمران: ۱۰۳)

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ نے تم پر جو انعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے، اللہ نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی۔ اسی طرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کھول کر واضح کرتا ہے، تاکہ تم راہِ راست پر آجاؤ۔

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ ۖ وَاصْبِرُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ (الانفال: ۴۶)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر سے کام لو۔ یقین رکھو کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اگر ہم ماضی میں ایک مہذب و متمدن امت تھے، تو یہ اتحاد و اتفاق کی برکت تھی۔

ہم جو کبھی دنیا میں طاقتور اور ناقابل تسخیر تھے، وہ اس لیے تھا کہ ہم نے کبھی اپنے درمیان اختلافات کو آنے نہیں دیا۔

ہمارے اسلاف نے جو زمین پر صدیوں تک حکومت کی اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ وحدت کے ذوق اور مزے سے آگاہ تھے۔

آج امت مسلمہ ایسے گرداب میں کیوں پھنس چکی ہے جس کی مثال تاریخ کے اوراق میں کہیں نظر نہیں آتی؟

مثال کے طور پر:
آج ہم میں اتحاد و اتفاق کیوں موجود نہیں ؟
واحد قیادت کیا وجود کیوں نہیں ہے ؟
ہم گروہوں میں کیوں منقسم ہو چکے ہیں ؟
غربت، ہجرت اور کفر کے راج تلے کیوں زندگی بسر کر رہے ہیں ؟
ہمارا دشمن کیوں طاقتور اور مقتدر ہے ؟
ہم جدید مادی ترقی کیوں نہیں کر رہے ؟
ایک سمجھدار انسان یہ سمجھ سکتا ہے اور اس کا جواب دے سکتا ہے کہ یہ اس لیے کیونکہ ہم نے رب تعالیٰ کی مذکورہ بالا تنبیہ کا عملی مفہوم اور معنی سمجھا ہی نہیں۔
اور اس لاعلمی کی وجہ ہماری نفسانی اور مادی خواہشات ہیں۔
لہٰذا اس بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں باتوں کا شکار سب سے زیادہ وہ منحرف اور گمراہ گروہ ہیں، جو امت مسلمہ کو آغاز سے لے کر آج تک مشکلات کا شکار کر رہے ہیں۔
ان تمام منحرم گروہوں میں سب سے اوپر خوارج یا موجودہ دور میں داعش ہے۔
اس فکر کی اساس:
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۸ ہجری میں غزوۂ حنین سے فارغ ہوئے تو مال غنیمت کی تقسیم شروع کی۔
لوگوں میں سے ایک شخص ُذوالخویصرہ التمیمی) نے پکارا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کرو!
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ہلاک ہو جاؤ، اگر میں عدل نہ کروں، تو پھر کون عدل کرے گا؟
عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیں کہ میں اس کی گردن مار دوں!
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: مت کرو کیونکہ اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ جب تم ان کو دیکھو گے کہ نماز پڑھ رہے ہیں اور روزے رکھ رہے ہیں، تو تمہیں اپنی نمازیں اور روزے حقیر معلوم ہوں گے۔ یہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے دل تک نہیں پہنچے گا۔
یہ دین سے بہت جلد اور تیزی سے نکل جائیں گے۔
تمام علماء کا اس حوالے سے اتفاق ہے کہ ذوالخویصرہ التمیمی خوارج کا بانی اور مؤسس ہے۔
دوسری طرف اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث پر غور و فکر کریں تو درج ذیل چیزیں اچھی طرح واضح ہو جاتی ہیں:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانتداری، عدل اور حسن اخلاق کا اعتراف مکہ کے مشرکین حتیٰ کہ ابو جہل بھی کرتا تھا لیکن خوارج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم کا الزام لگایا۔ العیاذ باللہ
اس سے وہ کفر سے بھی ایک قدم آگے سرکشی کی طرف نکل گئے۔
۲۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا خاتمہ قتل و غارت سے نہیں ہوگا، اور یہ ہمیشہ مسلمانوں کے درمیاں فتنہ و فساد پیدا کرتے رہیں گے۔
اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو اسے قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔
۳۔ خوارج دائرۂ اسلام میں ایک لمحہ ہی رہ پاتے ہیں اور ان کی آخری منزل کفر اور برا خاتمہ ہوگا۔
کیونکہ لغت کے اعتبار سے رمق اس آخری لمحے کو کہتے ہیں کہ جس کے بعد روح نکلنا شروع ہوجاتی ہے۔
قرآن میں ان کے نظریے کا ذکر خوارج کے عملی کرتوتوں اور تاریخی غلطیوں پر روشنی ڈالنے سے قبل، پہلے دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں ان کے آخری انجام کے حوالے سے کیا فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا. (الکہف: ۱۰۴،۱۰۳)
ترجمہ: کہہ دو کہ کیا ہم تمہیں بتائیں کہ کون لوگ ہیں جو اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں کہ دنیوی زندگی میں ان کی ساری دوڑ دھوپ سیدھے راستے سے بھٹکی رہی، اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔
امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں، کہ ابن الکواء (خوارج کا ایک اہم فرد) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (اس آیت کے حوالے سے پوچھا: یہ لوگ کون ہیں؟
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اور تمہارے ساتھی۔
ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِه.
ترجمہ: وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس کی کچھ آیات تو محکم ہیں جن پر کتاب کی بنیاد ہے اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں۔ اب جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھو پڑے رہتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان آیتوں کی تاویلات تلاش کریں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں امام احمد رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک حدیث نقل کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

وقال الإمام أحمد: حدثنا أبو كامل، حدثنا حماد، عن أبي غالب قال : سمعت أبا أمامة يحدث، عن النبي صلى الله عليه وسلم في قوله: فأما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه قال: هم الخوارج.

ترجمہ: ابوامامہ (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ وہ لوگ جو متشابہ آیات کے معنی تلاش کرتے ہیں اور فتنہ پھیلانا چاہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ خوارج ہیں۔

خوارج کا پہلا فتنہ مادی چیزیں اور مال کے حصول کے لیے کھڑا ہوا، کیونکہ ذوالخویصرہ نے مال غنیمت کی تقسیم پر اعتراض کیا تھا۔

توان آیات اور احادیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے تمام کیے گئے اور آنے والے کام جسے وہ دین اور خلافت کے نام پر انجام دیتے ہیں، اصل میں مادیت اور مال کے حصول کے لیے کرتے ہیں۔

اس حوالے سے دیگر آیات بھی نازل ہوئیں، جنہیں اکثر مفسرین نے اپنی معتمد کتابوں میں خوارج سے منسوب کیا ہے۔

جیسا کہ درج ذیل آیت کو ابن عباس (رضی اللہ عنہ) نے خوارج سے نسوب کیا ہے:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ.

خوارج کے گروہ: خوارج ابتداء سے لے کر آج تک مختلف شکلوں اور گروہوں میں نمودار ہوئے، ان سب کے مقاصد و اہداف ایک ہیں، جس میں مسلمانوں کی تکفیر اور ان میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔

البتہ ان کے عقیدے اور اشخاص میں زمانے کے ساتھ تبدیلیاں آئیں، اور وہ کئی گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔

اس کی اوّلین دو شاخیں ہیں جو قعدیہ اور شراۃ ہیں۔

قعدیہ: یہ خوارج کا وہ گروہ ہے جو بلواسطہ طور پر لوگوں کو شرعی امیر اور خلیفہ کی بغاوت پر ابھارتا ہے، اور خود مسلح بغاوت میں حصہ نہیں لیتا۔ یہی وجہ ہے کہ گروہ خوارج کے دیگر گروہوں کی جانب سے تکفیر کی زد میں آگیا اور اس کا ارتداد کیا گیا۔ کیونکہ خوارج کے منہج اور دین میں لوگ مکلف ہیں کہ امیر کے خلاف مسلح بعاوت کریں، اگر کوئی نہیں کرتا تو وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب خوارج کے نزدیک کافر ہے۔

شراۃ: یہ وہ گروہ ہے جو شرعی امیر اور خلیفہ کے خلاف براہ راست برسرپیکار ہے۔ اس گروہ نے اپنے قوی مورال کے ذریعے گزرے زمانوں میں بھی اور آج بھی امت مسلمہ کو سخت مشکلات کا شکار کیا ہے۔

وسری جانب امام شہرستانی نے "الملل والنحل" میں ان کے آٹھ طرح کے گروہ بیان کیے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کسی ایک شخص سے منسوب ہے اور اس شخص کی تقلید کرتا ہے۔

محکمہ، زارقہ، عاذریہ، بھیسیہ، عجاردۃ، ثعالبہ، اباضیہ، صفریہ

۳۵ ہجری میں قعدیہ گروہ کے خوارج نے ایسے وقت میں اپنی سرگرمیوں کا آغاز کیا جب وہ مصر کے گورنر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سخت نگرانی میں تھے اور انہوں نے ان پر پابندیاں لگا رکھی تھیں۔

عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے سکیورٹی برقرار رکھنے کی خاطر بھی یہ کام کیا اور وہ یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ کوئی خلیفہ اور گورنر کے خلاف کچھ کہے۔

لیکن خوارج نے بار بار دار الخلافت درخواستیں بھی بھیجیں اور ساتھ میں لوگوں کو سب سے پہلے عمر بن العاص رضی اللہ عنہ اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بعاوت پر ابھارا۔ لیکن اس سے پہلے کہ معاملہ بعاوت تک پہنچتا، عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست قبول کرلی۔ اور عمرو بن العاص کی جگہ عبد اللہ ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ کو جنگ اور خراج وصول کرنے کا امیر جبکہ دینی امور کا امیر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو مقرر کردیا۔

لیکن خوارج مستقل کوشش کرتے رہے کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے درمیان تعلقات بگاڑ دیں، اس لیے انہوں نے نمامہ (لگائی بجھائی) کا شیطانی حربہ استعمال کیا اور اس کی وجہ سے دونوں امراء کے تعلقات اس قدر خراب ہوگئے کہ انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف سخت زبان استعمال کی۔

جب عثمان رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ مدینہ منورہ آجائیں! کیونکہ ایسی ولایت اور مقام میں کوئی خیر نہیں ہوتی جس میں لوگ آپ سے نفرت کریں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مدینہ منوری چلے گئے اور صوبے کے تمام امور عبد اللہ ابن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیے۔

جب مصر کا اقتدار عبد اللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا گیا، خوارج نے چاہا کہ ان کے خلاف بھی لوگوں کو بعاوت پر ابھاریں، لیکن خوارج کی یہ کوشش اس وقت ناکام ہوگئی جب عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے افریقہ کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، کیونکہ افریقہ کی فتح کے حوالے سے اس سے قبل عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو طرابلس سے آگے نہ بڑھنے کی ہدایت کی تھی۔

جب خوارج کی کوشش عب اللہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ناکام ہوگئی، تو انہوں نے لوگوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف کھڑا کرنا شروع کردیا، اور مصر کی عوام کو آپ رضی اللہ عنہ کی شخصیت کے بارے میں شبہات میں مبتلا کردیا۔

انہوں نے مشہور کیا کہ: عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے نسخے جلا ڈالے، کاموں اور بڑے عہدوں پر اپنے رشتہ دار مقرر کیے، مکہ مکرمہ میں پوری نماز ادا کرنے کا حکم صادر کیا وغیرہ۔

ان بعض فروعی مسائل کو خوارج نے ہر مجلس میں اتنے زور و شور سے بیان کیا کہ بڑے بڑے صحابہ کے بیٹے بھی اس سے متاثر ہو گئے اور اس کی وجہ سے مصر کے لوگوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ مدینہ منورہ جائیں گے اور عثمان رضی اللہ عنہ کو خلافت سے معزول کر دیں گے۔

اہل مصر نے چھ سو لوگوں کا ایک گروہ تیار کیا اور عمرہ کرنے والوں کے طور پر مدینہ منورہ کی طرف بڑھنے لگے، جب وہاں پہنچ گئے، تو عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کیونکہ عثمان رضی اللہ عنہ کو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اطلاع بھیج دی تھی کہ مصری آرہے ہیں اور ان کے ارادے اچھے نہیں۔

علی رضی اللہ عنہ نے ان کے سوالات کے جواب دیے اور انہیں واپس مصر روانہ کر دیا، لیکن راستے میں خوارج نے پھر سے ایک نئی کوشش کی اور جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو خط بھیجا ہے اور کہا ہے کہ جب یہ لوگ پہنچیں تو سب کو قتل کر دو۔ اس بات کے ساتھ ہی وہ لوگ واپس مدینہ کی طرف مڑ گئے اور اسلام کے تیسرے خلیفہ عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خوارج نے اپنی پراپیگنڈہ مہمات تیز کر دیں اور ہر طرف اپنی پرکشش تقاریر شروع کیں اور بڑی تعداد میں لوگوں کو اپنے عقیدے پر متفق کر لیا، کیونکہ وہ پہلے سے ہی سمجھ چکے تھے کہ انہیں مسائل اور چیلنجز کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لیے انہیں اپنی پالیسیوں کو مستقل جاری رکھنے کے لیے مزید لوگوں کی اشد ضرورت تھی۔

اور ان کے پراپیگنڈہ نے لوگوں پر اس قدر اثر کیا اور ان کی کوششوں کا ایسا نتیجہ نکلا کہ نہروان کی جنگ میں ان کے بارہ ہزار جنگجو شریک ہوئے۔

وہ جو کچھ بیان کرتے تھے اور لوگوں کو اپنی دانست میں وقت کی ضرورت کے مطابق جو کچھ دعوت دیتے تھے ان میں سے کچھ یہ ہیں:

لوگوں پر فرض ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے براءت کریں اور ان کی خلافت تسلیم کرنے پر پشیمان ہوں۔

امامت و خلافت کا اہل کوئی بھی ہو سکتا ہے، یہ صرف قریش پر منحصر نہیں۔

اگر امیر کوئی گناہ کرے تو اسے معزول کرنا اور قتل کرنا واجب ہے۔

فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

یہ دعوت انہوں نے جنگ صفین تک جاری رکھی اور حضرت علی کے ساتھ ایک مذہبی جماعت کی طرح اپنی سرگرمیاں کرتے رہے اور بعد میں ایک سیاسی گروہ کی طرح سامنے آگئے اور عملی طور پر امت میں بے اتفاقی پیدا کرنے کے لیے اپنی تلواریں نیاموں سے نکال لیں۔

خوارج کاارادہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اچھا نہیں تھااور وہ بہانے کی تلاش میں تھے کہ کس طرح حضرت علی پر کوئی الزام لگائیں اور اپنے عادت کے مطابق ایک اور خلیفہ کے خلاف بعاوت کر دیں۔

جنگ صفیان کے دوران جو کہ ۳۷،۳۶ہجری میں پیش آئی، خوارج کے ہاتھ ایک بہانہ آگیا اور وہ یہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قرآن اٹھاکر مطالبہ کیا کہ اب مزید جنگ ختم ہو جانی چاہیے۔

خوارج نے فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دھمکی دی کہ شامیوں کی درخواست قبول کرلیں ورنہ آپ کے ساتھ بھی وہی کریں گے جو ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مصلحت کی وجہ سے یہ بات مان لی۔

جب ان کے ہاتھ سے یہ بہانہ بھی جاتا رہا تو تحکیم کا مسئلہ سامنے آگیا، اور عمرو بن العاض رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فیصلہ ساز کے طور پر مقرر ہوئے۔

خوارج نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اعتراض اٹھایا کہ "الحکم للہ" فیصلہ کا حق اللہ کے پاس ہے، آپ انسانوں کے ذریعے فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں؟

خوارج نے اس کے ساتھ حضرت علی، حضرت معاویہ اور دیگر کبار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلاف کفر کا فتویٰ صادر کیا اور انہیں واجب القتل ٹھہرادیا (نعوذباللہ)۔

بارہ ہزار لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صف سے جدا ہوگئے اور انہوں نے ایسے نازک مرحلے میں ان کی اطاعت سے نکل کر خروج کر دیا جب بہت سے مسلمان اس جنگ میں شہادت پا چکے تھے، اور لوگ کہہ رہے تھے کہ اب ہم سرحدات کی حفاظت اور جہاد کے لیے لوگ کہاں سے لائیں گے؟

اور اسی گروہ نے جس نے فیصلہ قبول نہ کیا، الحکم للہ کا نعرہ اس لیے بلند کیا کہ تاکہ شر و فساد کو ہوا دے سکے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں میں نفرت پیدا کر دیں۔

اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نعرہ اچھا ہے لیکن یہ اس کی وجہ سے فساد برپا کر رہے ہیں۔

بارہ ہزار افراد پر مشتمل خوارج کا ایک گروہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صف سے جدا ہوا، تو کوفہ کے شہر حروراء کی طرف جا کر آباد ہو گیا۔ (اسی بنا پر خوارج کو حروریہ بھی کہا جاتا ہے)

عد میں حضرت علی رضنہ اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ انہیں سیدھے راستے کی جانب رہنمائی کریں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے سوالات و شبہات کے نہایت مدلل جوابات دیے۔

ان کے ساتھ چار ہزار افراد نے ابن الکواء خارجی کی قیادت میں اپنی سرکشی سے ہاتھ کھینچ لیا اور حضرت علی سے بیعت کر لی۔
لیکن چونکہ وعدہ خلافی اور بیعت توڑنا خوارج کا اصول مانا جاتا ہے، اس لیے دوسری بار بہت سے لوگوں نے بیعت توڑی اور خوارج کے تمام ارکان جن کی تعداد اس وقت ہزاروں میں تھی، نہروان میں جمع ہو گئے اور ایک سخت جنگ کے لیے خود کو تیار کر لیا۔
زرعہ بن البرج الطائی، حرقوص بن زہیر السعدی، حمزہ بن السنان، شریح بن اوفی العبسی اور عبد اللہ بن وھب الراسبی ان کے اہم رہنما تھے، جن میں سے ہر ایک کی یہ ذمہ داری تھی کہ لشکر کے درمیان انتہائی فصیح و بلیغ انداز میں ایسے بیانات دیتے کہ لشکر عقیدے کے اعتبار سے قوی ہو جائے اور کسی بھی صورت ہتھیار ڈالنے اور تسلیم ہو جانے پر راضی نہ ہو۔
اس کے علاوہ ان لوگوں کی یہ ذمہ داری بھی تھی کہ لوگوں میں علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے جو شک و شبہات پیدا ہوں یہ ان کا جواب دیں۔
علی رضی اللہ عنہ نے ان رہنماؤں کے ساتھ کئی ملاقاتیں کیں اور بہت کوشش کی کہ یہ لوگ اپنے کرتوتوں سے باز آجائیں۔
اور ان سے یہ بھی کہا کہ: نہ تو تم لوگوں کو مساجد سے اور نہ ہی مالِ غنیمت سے روکوں گا، اور اس وقت تک تم پر حملہ نہیں کروں گا جب تک تم لوگ حملے میں پہل نہ کر لو۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو گمراہی سے بچانے کی آخری کوشش بھی کر ڈالی۔
اس بار انہیں ایک خط بھیجا، اور اس میں کہا کہ اگلے پیر ہمارا منصوبہ ہے کہ ہم لشکر کو منظم کریں اور اصلی دشمن کو ختم کرنے کی خاطر جہاد کو جاری رکھیں، تم لوگ ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔
لیکن اس بار بھی خوارج کا جواب ماضی کی طرح انتہائی گستاخی اور بدتمیزی پر مشتمل تھا۔ خوارج نے انہیں لکھا:
اگر تم اپنے گزشتہ اعمال کی بنیاد پر خود کو کافر کہو (نعوذ باللہ) اور رب سے توبہ کرو تو ہم تمہارے ساتھ جہاد جاری رکھنا قبول کر لیں گے، اور اگر تم یہ تسلیم نہ کرو تو پھر جان لو کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:
"ان الله لا يحب الخائنين" (اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا)۔
حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پھر یہ یقین ہو گیا کہ یہ لوگ اصلاح کے قابل نہیں، اس لیے انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ انہیں چھوڑیں اور انہوں نے اپنا کام اور اپنی تمام سوچ کو اصلی دشمن کی جانب موڑیں، تاکہ اپنی فتوحات جاری رکھ سکیں اور اسلامی خلافت کو وسعت دے سکیں۔
لیکن جب انہوں نے اپنے لشکر کے ساتھ کوفہ سے نکلنے کا ارادہ کیا، تو اچانک خبر آئی کہ خوارج نے عبد اللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ جو کہ حاملہ بھی تھیں، انہیں شہید کر دیا ہے، اور یہ کہ خوارج نے ہر جانب بڑے پیمانے پر فساد پھیلانا شروع کر دیا

ہے، جس کی وجہ سے نہ تو لوگوں کا مال محفوظ ہے اور نہ ہی ان کی جان و عزت۔
اس پر لوگوں نے علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ اگر ہم کفار سے مقابلہ کرنے نکل جاتے ہیں، تو یہاں کا سب کچھ فتنہ گروں کے رحم و کرم پر ہو گا اس لیے جلد از جلد ان کے خلاف کاروائی کی جائے۔
علی رضی اللہ عنہ نے حرب من مرۃ العبدی کو خوارج کی جانب روانہ کیا تاکہ اس بار بھی ان کے مطالبات جان سکیں۔
لیکن خوارج نے انہیں شہید کر ڈالا اور اس کے ساتھ ہی اعلانِ جنگ کر دیا۔
علی رضی اللہ عنہ نے شام جا کر کفار کے خلاف جہاد کرنے کا اپنا ارادہ ترک کر دیا اور اس میں اللہ تعالی کی جانب سے بڑی حکمت تھی۔
خوارج کی جانب سے بڑے پیمانے پر فسادات کے آغاز کے بعد، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس فساد کے خاتمے کے لئے دیگر شہروں سے بھی اپنا لشکر بلوا لیا اور انہیں لے کر خوارج کی جانب روانہ ہوئے۔
وہاں پہنچتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کو پہلا پیغام یہ بھیجا کہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دیں جنہوں نے مسلمانوں کو شہید کیا اور فساد برپا کیا، لیکن خوارج کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیا گیا جواب چونکا دینے والا تھا۔
''وہ اس لیے کہ خوارج نے کہا'' تمہارا خون ہمارے لیے حلال ہے، اور تمہارے قتل میں ہم سب شریک ہیں۔
دوسری دفعہ بذات خود حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ قیس بن سعد اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہما نے ان کو آمنے سامنے بلا کر نصیحت کی اور انہیں یہ بغاوت ختم کرنے کی تاکید کی۔
لیکن خوارج کے سرداروں نے اپنے لشکر میں یہ شور مچایا کہ ان کی باتوں پر کان نہ دھرو، صفیں منظم کرو، اپنی ارواح کو رب تعالیٰ کی ملاقات کے لیے پیش کرو، اور جنتوں کی طرف بڑھو۔
جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس دعوت کی کوشش کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا، تو انہوں نے اپنا لشکر منظم کرنا شروع کر دیا۔
ابو قتادہ، حجر بن عدی، شبیث بن ربعی، معقل بن قیس اور ابو ایوب انصاری (رضوان اللہ علیہم) کو لشکر کے کمانڈر بنا دیا اور انہیں حکم دیا کہ حملے میں پہل نہ کریں۔
اس کے ساتھ یہ اعلان بھی کیا کہ خوارج میں سے جو بھی جھنڈے کی جانب آئے گا اسے امان ہے، اور جو بھی مدائن اور کوفہ کی جانب جائے گا اسے بھی امان ہے۔
اس اعلان کے ساتھ ہی بہت سے لوگ خوارج کی صف سے جدا ہو گئے اور جنگ سے پیچھے ہٹ گئے۔
باقی ماندہ لوگوں کی جانب سے حملہ شروع ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے جوابی حملے نے خوارج کے اس گروہ کو جلد ہی انجام تک پہنچا دیا، اور جنگ میں شریک تمام لوگ اپنی سزا پا گئے۔

جنگِ نہروان کے اختتام کے ساتھ ہی علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
تلاش کرو کہ مخدج/ذو الثدیۃ (ایسے ہاتھ والا جس میں ہڈی نہ ہو صرف گوشت ہو) شخص مارے جانے والے لوگوں میں ہے یا نہیں۔
اگر یہ شخص ان لوگوں میں نہ ہوا، تو ہم سب سے بہترین لوگوں کو قتل کر بیٹھے ہیں، اور اگر ہوا تو ہم نے سب سے بد ترین لوگوں کو قتل کیا ہے۔ یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔
لوگوں نے دوبار تلاش کیا لیکن وہ شخص نہیں مل پایا۔
علی رضی اللہ عنہ پریشان ہوگئے اور غم نے ان پر اس قدر غلبہ پالیا کہ اس سے قبل کبھی اتنا غمگین نہ ہوئے تھے۔
علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس جگہ کا نام کیا ہے؟
لوگوں نے کہا: نہروان!
علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اٹھو اور تلاش کرو، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔
اس بار جب اچھی طرح چھان بین کی گئی تو مذکورہ بالا نشانیوں (مخدج) والا شخص خوارج کے مارے جانے والوں میں مل گیا۔
اس پر علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے سجدہ شکر ادا کیا. ایک شخص نے علی رضی اللہ عنہ سے کہا: حمد و ثناء اس ذات کے لیے جس نے ان لوگوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکا۔
علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو۔ وہ اب بھی اپنے باپوں کی پشت اور ماؤں کے پیٹ میں موجود ہیں۔
خوارج نے امت کے درمیان نفاق پیدا کرنے اور علی رضی اللہ عنہ کے خلاف سرکشی پر ہی بس نہیں کی بلکہ اس سب سے بڑھ کر انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو شہید کرنا اپنے لیے سعادت جانا۔
شیطانی صفات ان کی فطرت میں تھیں اور وہ عجب و غرور سے بھرے ہوئے تھے، اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم ان کے دلوں سے نکل چکی تھی، ان کو شہید کرنے میں اللہ تعالی کی رضا تلاش کرتے تھے، ان میں شامل کوئی بھی فرد ادب کے نام سے بھی واقف نہیں تھا، یہاں تک کہ ان کے اپنے درمیان بھی ادب و شائستگی نامی کوئی چیز نہیں پائی جاتی تھی۔ بارہا وہ ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے، برے القابات سے نوازتے اور ایک دوسرے کی نسبت کفر سے کرتے، ان کے سطحی اختلافات نے انہیں کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا۔
بہت سے خوارج جنسی خواہشات و تعلقات کا اس قدر شکار ہو چکے تھے، کہ ایک بہترین صحابی کو انہوں نے ایسے ناجائز رشتوں کی خاطر شہید کر دیا۔

ہجری میں تین خوارج ابن ملجم حمیری، برکؒ بن عبد اللہ اور عمرو بن بکر نے تین صحابہ کرام علی، معاویہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کی شہادت کا منصوبہ بنایا۔
منصوبہ کچھ اس طرح تھا کہ ابن ملجم کو علی رضی اللہ عنہ، برکؒ کو معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابن بکر کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کی ذمہ داری دی گئی۔
انہوں نے اپنے تشکیل کردہ منصوبے پر عمل درآمد کے لیے ۲۷ رمضان المبارکؒ کی تاریخ مقرر کی۔
ابن ملجم، جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے مشہور تھا، اور اس کی پیشانی پر سجدوں اور عبادات کی کثرت کے آثار نظر آتے تھے، کوفہ پہنچ گیا جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ رہ رہے تھے۔ ایک دن جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا، اور جنگِ نہروان میں مارے جانے والے خوارج کے لیے غمگین اور افسردہ تھا، اچانک ایک عورت (قطام بنت شجنہ) جو حسن و جمال میں اپنی مثال آپ تھی، مجلس میں شرکت کے لیے آئی، کیونکہ بنت شجنہ کا باپ اور بھائی جنگِ نہروان میں خوارج کی صف میں مارے گئے تھے۔
ابن ملجم کی نظر جب بنت شجنہ پر پڑی تو اس کی عقل نے کام کرنا چھوڑ دیا اور وہ جس کام سے آیا تھا اسے وہ کام بھی بھول گیا۔
ابن ملجم نے فوراہی بنت شجنہ کے ساتھ نکاح اور تعلقات بنانے کی خواہش کا اظہار کیا لیکن اُس نے اِس کے سامنے تین شرائط رکھیں۔

تین ہزار درہم مہر، ایک خادم اور اپنے بھائی اور باپ کے بدلے کے طور پر حضرت علی رضی اللہ کا قتل!

پچھلی قسط میں ہم نے ذکر کیا کہ قطام بنت شجنہ نے ابن ملجم کے سامنے مہر کے علاوہ یہ شرط بھی رکھی کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرے۔
ابن ملجم نے شرط مان لی۔ نکاح کے بعد بنت شجنہ نے دوردان نامی اپنی قوم کے ایک اور شخص کو بھی امید دلائی تا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے میں اس کے شوہر کا ساتھ دے۔
دوسری جانب ابن ملجم نے شبیب بن نجدہ کو اپنے ساتھ لے لیا۔
اگرچہ شبیب آغاز میں اس کام کے لیے آمادہ نہیں تھا، لیکن ابن ملجم کی سحر انگیز زبان کے زیر اثر آگیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔
تینوں افراد مقررہ تاریخ پر جمعہ کی شب کوفی کی مسجد میں گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ اور صبح تک حضرت علی کا انتظار کرتے رہے۔
حضرت علی مسجد پہنچے اور امامت کی غرض سے آگے ہوئے، لیکن اسی وقت شبیب نے ان پر تلوار سے وار کر دیا، لیکن شبیب کی تلوار کا وار خطا گیا اور علی رضی اللہ عنہ بچ گئے۔

شبیب کی تلوار کاوار خطا گیا اور علی رضی اللہ عنہ بچ گئے۔
لیکن فوراً ہی ابن ملجم کی تلوار کاوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سر پر لگا اور ابن ملجم کے منہ سے یہ الفاظ نکلے:

لاحكم الا لله، ليس لک ولا اصحابک يا علي

حکم صرف اللہ کا ہے، نہ تمہارا اور نہ تمہارے ساتھیوں کا اے علی!
اس کے بعد اس نے یہ آیت تلاوت کی:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ.

ترجمہ: اور لوگوں میں ایک شخص وہ بھی ہے جو اپنی جان کو اللہ کی رضا کے لیے بیچ دیتا ہے اور اللہ اپنے بندوں کے حق میں بہت شفیق ہے۔

ابن ملجم اور اس کے ساتھیوں نے جب علی رضی اللہ عنہ پر تلواروں سے وار کیے، تو ان میں سے ہر ایک نے اپنی جان بچانے اور وہاں سے فرار کی کوشش کی لیکن وردان خارجی ایک یمنی نوجوان کے ہاتھوں مارا گیا۔
شبیب اپنی کوشش میں کامیاب رہا اور فرار ہو گیا۔

ابن ملجم زندہ پکڑ لیا گیا اور اسے علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ وہ خوارج جو جنگِ نہروان میں زندہ پکڑ لیے گئے تھے، علی رضی اللہ عنہ نے نہ صرف یہ کہ ان کو زندہ رہنے دیا، بلکہ ان کے علاج معالجے کے ساتھ ان کے ساتھ مزید بھی حسن سلوک کا معاملہ کیا تھا۔ ان میں سے ایک ابن ملجم بھی تھا. اس لیے علی رضی اللہ عنہ نے زخمی حالت میں اسے فرمایا:
اے اللہ کے دشمن! کیا میں نے تمہارے ساتھ نیکی کا معاملہ نہیں کیا تھا، جو تم نے یہ کام کیا؟
ابن ملجم نے جواب دیا: چالیس روز میں نے اس تلوار کے ساتھ گزارے اور اللہ سے دعا کی کہ اس کے ذریعے سب سے بد بخت شخص مارا جائے۔
علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: تو تم اسی تلوار سے قتل کیے جاؤ گے، اس لیے کہ تم سب سے بد بخت انسان ہو۔
پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسے اسی تلوار سے قتل کر دیا گیا۔
خوارج کے ترتیب کردہ حملوں کے نتیجے میں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین مشہور صحابہ کو شہید کرنے کے لیے ترتیب دیے گئے تھے، صرف ابن ملجم اپنا ہدف حاصل کر سکا۔
کیونکہ برکؒ التمیمی نے، جس نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی ذمہ داری لی تھی، اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا جب وہ نماز فجر کے لیے مسجد کی طرف جا رہے تھے، لیکن برکؒ کی تلوار کاوار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر لگا اور وہ معمولی زخمی ہو گئے، پھر اسے دوسری بار حملہ کرنے کا موقع میسر نہ آسکا کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے محافظین نے اسے

پکڑ لیا۔
برک التمیمی نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ایک خوشخبری کے بدلے مجھے رہا کر دو۔ اور وہ یہ کہ آج علی رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے۔
معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تمہارے ساتھی بھی ناکام ہو گئے ہوں گے۔
برک نے جواب دیا: نہیں، علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوئی محافظ نہیں ہوتا۔
اس کے باوجود برک مارا گیا۔
باقی رہ گیا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ذمہ دار فرد، جو عمرو التمیمی تھا۔ اس خارجی کا ہدف ویسے ہی ہاتھ سے جاتا رہا کیونکہ اسی رات عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سخت بیمار پڑ گئے اور انہوں نے نمازِ فجر اپنے گھر پر ہی ادا کی۔
اس صبح نماز فجر کی امامت خارجہ بن ابی حبیبہ رضی اللہ عنہ نے کروائی، تو عمرو التمیمی نے گمان کیا کہ یہی عمرو بن العاص ہیں، تو اس نے ان پر حملہ کر دیا، اور خارجہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔
بعد میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حکم دیا اور اس خارجی کا سر بھی تن سے جدا کر دیا گیا۔
علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جزیرۃ العرب اور دیگر علاقوں کے لیے معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر مقرر کر دیے اور زیر تسلط علاقہ روز بروز پھیلتا چلا گیا۔
وہ تمام خطرات جو ان کی حکومت کو لاحق تھے، ایک کے بعد ایک ختم ہوتے چلے گئے۔ ان خطرات میں سے ایک ۴۲، ۴۳ ھجری کی خوارج کی تحریک تھی۔
یہ خوارج کا وہ گروہ تھا جن کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگِ نہروان کے دوران اس لیے معافی کا اعلان کر دیا تھا کیونکہ وہ یا تو زخمی ہو گئے تھے یا انہوں نے عہد کیا تھا کہ وہ آئندہ اپنا یہ عقیدہ چھوڑ دیں گے۔
لیکن جب ان لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر موصول ہوئی اور اس کے ساتھ ہی انہیں اپنے سرکردہ رہنما ابن ملجم کے مارے جانے کی بھی اطلاع ملی تو انہوں نے ارادہ کر لیا کہ وہ ہر جگہ اپنی تحریکات جاری رکھیں گے اور اپنی دانست میں لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیں گے۔
اس بار ان کی تعداد ۳۰۰ تک تھی اور یہ کوفہ کے ایک کونے میں جمع ہوئے اور فسادات کا سلسلہ شروع کر دیا جس کی سربراہی مستورد بن علقمہ خارجی کر رہا تھا۔
اس جنگ میں بھی خوارج کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا، بہت سے لوگ مارے گئے اور کچھ دریائے دجلہ پار کر کے مدائن شہر کے مضافات میں پہنچ گئے جہاں شریک بن عبید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں، جو اس وقت مدائن کے امیر تھے، ان کا خاتمہ کر دیا گیا۔

معقل بن قیس رضی اللہ عنہ کی جنگ کے بعد، خوارج پندرہ سال تک ظاہر نہیں ہوئے۔ اس کے دو بڑے عوامل تھے۔
ایک یہ کہ ان کے بہت سے رہنما اور کارکن جنگوں میں مارے جا چکے تھے۔
دوسرا یہ کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی پوری طاقت کے ساتھ کوشش کی کہ وہ تمام چیلنجوجو ان کی حکومت کے لیے خطرہ بن رہے تھے انہیں ختم کردیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں خوارج کی دعوت اور بھرتی کا سلسلہ بھی سست پڑ گیا۔
لیکن ۵۸ ہجری میں خوارج نے ایک بار پھر سر اٹھایا اور مسلمانوں کے خلاف اپنی تحریکات شروع کردیں۔
جیسا کہ عراق ہمیشہ سے ایسے فتنوں کے ظہور کا مرکز رہا ہے، اس بار بھی خوارج کا ظہور عراق میں بصرہ کے گرد و نواح سے ہوا۔
اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبید اللہ بن زیاد رضی اللہ عنہ کو شہر کا گورنر مقرر کر رکھا تھا۔
عبید اللہ بن زیاد نے خوارج کے ساتھ اسی سال شدید جنگیں لڑیں، جن کے نتیجے میں خوارج کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا، بہت سے افراد مارے گئے، جو باقی بچ گئے وہ قید کر لیے گئے اور بعد میں عراق کے مختلف قید خانوں میں ڈال دیے گئے۔
۶۵ ہجری میں خوارج نے عراق کے شہر بصرہ کے گرد و نواح میں اپنی حکومت قائم کر لی جس کا امیر نافع بن الازرق کو بنایا گیا۔
اس زمانے میں عراق سمیت بہت سے علاقے جیسے حجاز اور خراسان عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زیر حکومت تھے، انہوں نے خراسان کے لیے مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ کو گورنر مقرر کیا۔
مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ ایک تجربہ کار جنگی کمانڈر تھے، خراسان جاتے ہوئے جب ان کا قیام بصرہ میں ہوا تو وہاں کے لوگوں نے خوارج کے مقابلے میں ان سے مدد چاہی تاکہ ان کی قوت و مظالم کا خاتمہ کیا جاسکے۔
مہلب بن ابی صفرہ رحمہ اللہ نے ان سے کہا کہ میں امیر المؤمنین کی حکم عدولی نہیں کرسکتا، انہوں نے مجھے خراسان کا گورنر مقرر کیا ہے، میں وہاں جانا چاہتا ہوں۔
بصرہ کی عوام جو خوارج کے ظلم و فساد سے تنگ آ چکے تھے انہوں نے اپنے گورنر حارث بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ رضی اللہ کے مشورے سے عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ کو خط لکھا جس میں مہلب رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا گیا تھا کہ انہیں خراسان کے بجائے یہیں بصرہ میں مقرر کر دیا جائے تاکہ خوارج کا قلع قمع کیا جاسکے۔
عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ نے خط کے جواب میں مہلب رحمہ اللہ کو لکھا کہ خراسان کی بجائے بصرہ میں رہ جائیں اور خوارج کے شر و فساد سے اہل بصرہ کو نجات دلائیں۔
مہلب رحمہ اللہ نے اہلیان بصرہ سے فرمایا: خوارج کے مقابلے میں میری مالی اور عسکری مدد کرنا تاکہ خوارج کا مکمل طور پر صفایا کر دیا جائے، اہلیان بصرہ نے ان کے لیے اتنا سامان حرب و ضرب اور لاؤ لشکر تیار کیا جس کی نظیر ملنی مشکل تھی۔
یہ دونوں فوجیں سل و سل نامی میدان میں جمع ہوئیں، دونوں افواج کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی۔

لشکر دجال بھی لشکر بغدادی کی طرح احمقوں پر مشتمل ہو گا!

تحریر: کریم بریال

اللہ جل جلالہ نے دنیا کو دارالامتحان بنایا ہے اور انسانوں کو اس میں اختیار دیا ہے کہ وہ اچھائی کریں یا برائی، یا دوسرے الفاظ میں وہ حق کے لشکروں کا ساتھ دیں یا باطل کے۔ دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک حق اور باطل دونوں کا مقابلہ جاری ہے۔

جہاں ایک طرف حق کے لشکر قربانیاں دیتے ہیں اور تکلیفیں برداشت کرتے ہیں، وہیں دوسری طرف باطل کے لشکر کبھی عروج پاتے ہیں اور کبھی شکست سے دوچار ہوتے ہیں۔ کبھی بھی باطل کے لشکروں نے اپنے بطلان کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ ہمیشہ اپنے آپ کو حق سمجھا ہے اور اپنی گمراہی کے لیے بے شمار غیر معقول دلائل تراشے ہیں۔

اگر ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اپنے دین کی حقانیت کے نعرے لگائے، تو دوسری طرف ابو جہل، ابولہب اور دیگر مشرکین نے بھی اپنے آپ کو حق سمجھا اور مسلمانوں پر مختلف الزام تراشیاں کیں۔ دونوں گروہ اپنے اپنے راستے پر چلے اور اللہ کے پاس جا پہنچے۔

لیکن ہمارا یقین یہ ہے کہ مسلمان سچے اور حق پر تھے، وہ جنت میں جائیں گے، اور مشرکین اور باطل فرقے چاہے جتنے بھی دلائل اپنی صفائی کے لیے پیش کریں، جیسے آج کل کے کمیونسٹ اور سیکولر کہتے ہیں، وہ پھر بھی باطل ہیں اور جہنم میں جائیں گے۔

آئیے، ہم آج کے دور میں حق و باطل کے لشکروں پر نظر ڈالیں!

وہ دین اور عقیدہ جس پر ہم چودہ سو سال سے چل رہے ہیں، جو صحابہ کرام سے لے کر تابعین تک، اور پھر اس کے بعد جس پر امت کا اجماع ہے، یہ وہی دینِ حق ہے، جو قیامت تک موجود رہے گا۔

خوارج، جو شروع میں صحابہ کرام سے الگ ہو گئے تھے، آج تک حق کے لشکروں کے خلاف چل رہے ہیں اور آج بھی وہ حق کے لشکروں سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ ان کا بطلان اور گمراہی سورج سے زیادہ واضح ہے۔ ان کے مقاصد شروع سے ہی واضح تھے، ان کا عقیدہ اور سوچ معلوم تھی، ان کا کام صرف اس پر تھا کہ اسلامی نظام کو کیسے ختم کیا جائے؟

مسلمانوں کا قتل عام کیسے کیا جائے؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شریعت کے بجائے اپنے نظریات کے مطابق ایسے قوانین کیسے بنائے جائیں جو حقیقی اسلام سے مکمل طور پر متصادم ہوں اور ان قوانین کو اسلام کے نام پر لوگوں پر طاقت اور ظلم کے بل بوتے پر نافذ کیا جائے؟

آپ کیا سمجھتے ہیں!؟ کہ کیا موجودہ دور میں مسلمان، مجاہدین، علماء، نوجوان اور بچے اس حد تک اسلام سے دور ہو چکے ہیں کہ خوارج انہیں پہلے کافر کہتے ہیں، پھر ان کا قتل جائز سمجھتے ہیں اور ان کی بیویوں کو اپنی بیویوں کی طرح حلال سمجھتے ہیں؟
کبھی بھی ایسا نہیں ہوا! مسلمان ہر وقت اور ہر دور میں مسلمان ہیں اور قیامت تک یہ امت مسلمان ہی رہے گی۔
اصل میں مسئلہ خوارج کا ہے کہ وہ اپنی بنیاد ہی سے باطل پر قائم ہیں۔ وہ ایک گمراہ طبقہ ہیں، جنہوں نے کافروں کو چھوڑ کر پوری امت مسلمہ کو نعوذ باللہ گمراہ سمجھتے ہیں اور ان کے خلاف ایسا سخت مؤقف اختیار کرتے ہیں جیسا کہ وہ خالص کفار یا مشرکوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔
ہم صاف طور پر کہتے ہیں کہ یہ مسلمان امت کے خلاف ایک گمراہ اور باطل گروہ ہے، جیسے صحابہ کرام کے مخالف کافر باطل پر چل رہے تھے۔ دنیا کی تھوڑی سی متاع کے لئے اپنے اسلاف کا راستہ اور عقیدہ چھوڑنا اور دوسرے باطل اور خواہش پرست گروپوں جیسے (داعشی خوارج) کے پیچھے چلنا، گمراہی ہے اور گمراہی کا انجام جہنم ہے۔
یہاں کوئی یہ نہیں کہے کہ اگر داعشی خوارج حق پر نہ ہوتے تو اتنی ترقی کیسے کر گئے؟
کیوں کہ جب آخری زمانے میں دجال ظاہر ہوگا، تو اس کے پیچھے بھی اسی طرح بدقسمت لوگ چل رہے ہوں گے جیسے آج کچھ گمراہ اور جاہل لوگ دجال کے نمائندے ابو بکر بغدادی کے پیچھے چل رہے ہیں۔
جیسے دجال کی فوج میں تعداد کی زیادتی حق کی دلیل نہیں بن سکتی، بلکل اسی طرح داعشی خوارج کا گروہ بھی ہے۔ چاہے وہ جتنا بھی ترقی کریں، جاہل ان کے پیچھے کھڑے ہوں اور ان کی دفاع کریں، وہ پھر بھی خوارج اور گمراہ ہیں۔

نادانوں کا لشکر

جس طرح داعشی خوارج جہالت اور گمراہی کے باعث امت کے دشمن بنے، اسی طرح دجال کا لشکر بھی نادانوں اور فریب خوردہ لوگوں پر مشتمل ہوگا۔ اہلِ ایمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم، استقامت اور سچے مجاہدین کے ساتھ وابستگی رکھیں تاکہ ہر فتنے کا مقابلہ کر سکیں۔

جعلی خلافت

تحریر: محب الرحمن مخلص

اسلامی خلافت میں مسلمان آزاد ہوتے ہیں اور امن و آزادی کے سایہ میں اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ مسلمانوں کے معزز افراد (جہادی رہنما، علماء کرام، محدثین، مدرسین، واعظین) اور مسلمانوں کے مال و دولت، اولادیں، شہر اور عبادت گاہیں (مساجد، مدارس) محفوظ ہوتی ہیں۔

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا مال غصب نہیں کرسکتا اور نہ ہی اسے نقصان پہنچاسکتا ہے۔ اسلامی خلافت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے تمام اقدامات مسلمانوں کے فائدے میں ہوں اور کفار کے نقصان میں ہوں، لیکن یہاں نام نہاد خلافت کا دعوی کرنے والے (داعش) ان اصولوں کے برعکس اقدامات سرانجام دیتے ہیں۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا مال غصب نہیں کرسکتا اور نہ ہی اسے نقصان پہنچاسکتا ہے۔ اسلامی خلافت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کے تمام اقدامات مسلمانوں کے فائدے میں ہوں اور کفار کے نقصان میں ہوں، لیکن یہاں نام نہاد خلافت کا دعوی کرنے والے (داعش) ان اصولوں کے برعکس اقدامات سرانجام دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر بعض جہادی رہنماؤں اور علماء کرام کی طرف سے دفاعی یا اقدامی جہاد کی حالت میں خلافت کا اعلان کیا جائے، جبکہ خلیفہ ایک بڑے آزاد علاقے میں رہ رہا ہو اور اس کے پاس طاقت بھی ہو، تو ایسی خلافت کا اطاعت واجب، مستحب، مباح یا ناجائز ہوگا؟ اور اگر اس کی اطاعت ناجائز ہو، تو اس کے ساتھ جنگ کا کیا حکم ہے؟ خصوصاً دفاعی جہاد کی حالت میں (جہاں مسلمان کمزور حالت میں ہوں) خلافت کا اعلان اور خلیفہ کا اقتدار قائم رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

اس سوال کے جواب میں یہ کہنا ضروری ہے کہ خلافت کے حکم کو سمجھنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ جہاد اقدامی ہو یا دفاعی، بلکہ اہم بات یہ ہے کہ خلافت کے اصول اور اس کے قیام کے شرائط کو پہچانا جائے۔

خلافت صرف ایک نام، دعویٰ یا اعلان نہیں ہے، بلکہ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری اور فریضہ ہے، جس کا قیام صرف جائز نہیں بلکہ انتہائی ضروری ہے۔

خلیفہ وہ شخص ہوتا ہے جو تمام امت کے دینی و دنیوی امور کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مسلمانوں کی اکثریت، علماء کرام اور جہادی لشکروں کے قائدین اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں یا سابقہ خلیفہ اس کے لیے خلافت کی وصیت کرتا ہے، یا پھر وہ اپنی خلافت کے علاقے میں طاقت کے زور پر حکمرانی حاصل کرتا ہے۔ ان تینوں صورتوں میں خلیفہ کو اس شرط پر تسلیم کیا جاتا ہے کہ وہ عوام پر مکمل تسلط رکھتا ہو اور حکومت چلاسکتا ہو۔

جو خلافت آج کل لوگوں کے ذہنوں میں آتی ہے (خوارج، داعش یا دولت اسلامیہ)، وہ ان شرائط میں سے کسی پر بھی پوری نہیں اترتی۔

اول: ان کے پاس اتنی طاقت اور قوت نہیں ہے کہ وہ پوری اسلامی دنیا پر حکومت قائم کر سکے، بلکہ یہ صرف اپنی نام نہاد خلافت کے علاقے تک محدود ہے۔

دوم: سابقہ خلیفہ نے اس کے لیے خلافت کی وصیت نہیں کی ہے، جیسا کہ اسلامی دنیا کی بہت کم حصے پر اس کی حکمرانی ہے۔

اس طرح کی خلافت کو کیسے پوری امت مسلمہ کی خلافت سمجھا جا سکتا ہے؟

ایسی طاقت کو خلافت کہنا، اسلامی تاریخ سے بے خبری اور مذاق کے مترادف ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا قَالَ الرَّجُلُ: هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ أَهْلَكُهُمْ (رقم الحدیث:٦٨٥٠)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص کہے کہ لوگ ہلاک ہو گئے، تو وہ خود ان سے بھی زیادہ ہلاک ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ خود کو چھوڑ کر دوسروں کے بارے میں ہلاکت کا حکم لگانا خود انسان کی گمراہی ہے۔

داعشی خلافت: فریب کا پردہ چاک

داعشی خوارج کی نام نہاد خلافت محض دھوکہ، فریب اور امت میں انتشار پھیلانے کا ایک ہتھیار تھی۔ نہ یہ خلافت شرعی اصولوں پر قائم تھی، نہ امت کی قیادت کے قابل تھی، بلکہ اس کا مقصد صرف خونریزی، تکفیر اور مجاہدین کی صفوں میں پھوٹ ڈالنا تھا۔ حقیقی خلافت جہالت اور غلو سے نہیں، بلکہ علم، عدل اور اہلِ حق کی قیادت سے قائم ہوتی ہے۔

امت کے باطل فرقے

تحریر: موسیٰ مہاجر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے، اسی طرح نصاریٰ بھی اسی تعداد میں بٹے، اور میری امت تہتر (73) فرقوں میں بٹے گی۔

اگر پوچھا جائے کہ حدیث میں جن گمراہ فرقوں کا ذکر کیا گیا ہے، کیا آپ ان کو پہچانتے ہیں؟

اس حوالے سے امام عبد الرحمن ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس کا جواب یوں دیا کہ یہ بات قطعی طور پر واضح ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس اتفاق اور جماعت میں تھے، سب سے پہلے خوارج نے اس اتفاق کو توڑا اور امت میں بے اتفاقی پیدا کی۔ اس کے بعد معتزلہ اور روافض نے بھی اس جماعت کو چھوڑا اور اپنی الگ الگ جماعتیں بنائیں۔ ہم نے یہ دیکھا کہ جب لوگ جماعت سے علیحدہ ہوئے، تو وہ خود بھی آپس میں فرقوں میں بٹ گئے۔ اگرچہ ان فرقوں کے نام اور گمراہ عقائد ہمارے سامنے واضح نہیں ہیں، مگر بدعتی فرقوں کے اصولوں میں چھ فرقوں کو ہم نے واضح طور پر پہچانا ہے: حرویہ، قدریہ، جہمیہ، مرجئہ، روافض اور جبریہ۔

بعض علماء نے کہا کہ بدعت اور گمراہی کی جڑیں اور اصل یہی چھ فرقے ہیں، اور ہر ایک کی بارہ بارہ شاخیں ہیں، جو مجموعی طور پر بیالیس (42) فرقے بنتے ہیں، جو جماعت سے الگ ہو کر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اس دین پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے عجیب قدرت اور رحمت یہ ہے کہ گمراہ فرقوں کی تعداد بہت زیادہ ہے، لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی اجتماعیت ایک ہی ہے۔ ہر زمانے میں، ابتدا سے لے کر آج تک، اہل سنت والجماعت کی تعداد مسلسل بڑھتی جا رہی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہم اہل سنت کی جماعت کی تعداد دس کروڑ فرض کریں، تو بہتر فرقے کل ملا کر اس تعداد سے کم ہیں، شاید پانچ کروڑ سے بھی کم۔

یہ ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق دین ہمیشہ توحید کے پیروکاروں کے درمیان متواتر طور پر باقی رہے گا؛ جیسا کہ اہل سنت والجماعت کی جماعت اتنی بڑی ہے، ویسے ہی دو یا تین صدیوں کے بعد بدعتیوں کے فرقے ختم ہو جائیں گے۔ (یہ بات امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اپنی زمانے کو دیکھتے ہوئے کہی تھی، اور یہ یقینی ہے کہ جن فرقوں کا ذکر کیا گیا تھا، ان میں سے کچھ اب موجود نہیں ہیں، لیکن کچھ نئے گمراہ فرقے پیدا ہو چکے ہیں)۔

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے یہاں جن چھ گمراہ فرقوں کا ذکر کیا ہے، ان میں سے ہر فرقے کی بارہ شاخوں یا ذیلی جماعتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ سب سے پہلے حرویہ فرقہ کا ذکر کیا ہے جس کی بارہ شاخیں ہیں، اور ہر خارجی فرقے کے عجیب و غریب گمراہ

عقائد ہیں۔

سب سے پہلی شاخ ازرقیہ ہے (جس کے بانی ابوراشد نافع بن ازرق خارجی تھے)، یہ فرقہ اس گمان میں تھا کہ صرف وہ لوگ جو ان کے فرقے کے رکن ہوں، وہی مؤمن ہیں اور باقی تمام اہل قبلہ (جو دوسرے مسلمان ہیں) کافر ہیں۔ یہ فرقہ تمام صحابہ اور اکابر تابعین کی موجودگی میں ایسے گمراہ عقائد پھیلا رہے تھے۔ (اگرچہ اس وقت اس نام سے کوئی فرقہ موجود نہیں ہے، مگر اس قسم کا عقیدہ بعض موجودہ گروہوں میں بھی پایا جاتا ہے، جو اپنے علاوہ باقی مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں اور اہل قبلہ پر کفر کا حکم لگاتے ہیں)۔

دوسری شاخ اباضیہ ہے (جس کے بانی عبد اللہ بن اباض تھے)، اس فرقے کا ماننا تھا کہ جو شخص ان کے فرقے کا حصہ ہو، وہ مؤمن ہے، اور جو ان سے نکل جائے، وہ منافق ہے، یعنی نہ وہ مؤمن ہے اور نہ کافر۔ ان کے مطابق ایسے لوگوں کے ایمان اور کفر کے درمیان کوئی واضح تقسیم نہیں تھی۔

تیسری شاخ ثعلبیہ ہے (جس کے بانی ثعلبہ بن مشکان تھے)، اس گمراہ فرقے کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نہ تو کچھ جاری کرتا ہے اور نہ ہی کچھ تقدیر میں مقرر کرتا ہے۔ اس فرقے نے حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ اور ان کے ساتھیوں، جن میں مہاجرین، انصار، اہل بدر اور بیعت الرضوان کے متعدد افراد شامل تھے، سب کو کافر قرار دیا۔

جب اس فرقے کے افراد سے پوچھا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے صرف چالیس سال بعد آپ لوگ ان صحابہ کرام کو جن میں حضرت ابوبکر و عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم جیسے اکابر صحابہ ہیں، انہیں تم کافر قرار دیتے ہو، جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مؤمنین، صادقین، مؤمنون حقاً اور مفلحون کہا ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ بات سب کو معلوم ہے اور یہ حقیقت اتنی واضح ہے جتنی کہ سورج کی روشنی، جس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

پھر ان سے کہا گیا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مؤمنین، صادقین، مخلص اور کامیاب قرار دیا ہے، کیا آپ ان کبار صحابہ کرام کا انکار کر سکتے ہیں؟

خوارج نے کہا: یقیناً اس وقت وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس صف میں شامل تھے، اور اس کے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اسی راستے پر قائم رہے، لیکن حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہماری رائے کے مطابق اس راستے کو بدل کر اس صف سے نکل گئے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت انہیں جنتی کہا تھا، جب وہ اپنے پہلے حال میں برقرار نہ رہے، تو اس کا مطلب ہے کہ ان کی جنت میں داخل ہونے کی بات بھی ختم ہو گئی۔

اس پر انہیں جواب دیا گیا: یہ تمہاری بڑی غلطی ہے، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے تقدیر میں ان صحابہ کرام کو جنتی قرار دے دیا تھا، تو اس تقدیر کا پورا ہونا ایک ثابت حقیقت ہے، اب اس میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔

خوارج نے کہا: ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ (صحابہ کرام) کافر ہو چکے ہیں، ہم اس بات کو نہیں مانتے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ مقدر کیا تھا یا نہیں، اور ہم تقدیر کو نہیں مانتے، کیونکہ جو کچھ بھی کوئی سرانجام دیتا ہے، وہ ویسا ہی (ظاہر او باطنا) ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ہم تقدیر کو نہیں مانتے۔

مترجم نے کہا: اس بد بخت فرقے نے متواتر اعتقادات کو چھوڑ دیا اور کفر کی راہ اختیار کی۔ ان کے دلوں میں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ دشمنی نے جگہ بنالی تھی، اور وہ اس دشمنی کو چھوڑنے کے لیے تیار نہ ہوئے۔ نعوذ باللہ من الضلال

باطل فرقے امت کی تفرقہ بازی کا سبب

باطل فرقے ہمیشہ اسلام کے اصل منہج سے منحرف ہو کر امت کی تقسیم، فتنے اور کمزوری کا موجب بنے ہیں۔ خوارج، رافضی اور دیگر گمراہ گروہ اس بات کے غماز ہیں کہ انہوں نے اسلام کی تعلیمات کو ترک کر کے اپنے باطل نظریات کو اپنایا، مسلمانوں کے خلاف ہتھیار اٹھائے اور امت کو دشمنوں کے لیے آسان شکار بنادیا۔ یہ فرقے ہمیشہ امت کی یکجہتی کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

فصل سوم

دینی اور جہادی تحریریں

تصوف: اللہ رب العزت تک پہنچنے کا مختصر راستہ!

تحریر: قلب الاسد الافغانی

یہ کہ بعض مغرض اور کم فہم لوگ مسلمانوں بالخصوص افغانوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ تصوف بدعت ہے اور اسلام میں ایک نئی چیز پیدا کی گئی ہے؛ اس لیے ہم یہ تحریر ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ان کے شک و شبہات دور ہو سکیں۔

سب سے پہلے تصوف کی تعریف پر بات کرتے ہیں: شیخ زروق اپنی کتاب "قواعد التصوف" کے دوسرے صفحے پر لکھتے ہیں: تصوف کے لیے دو ہزار سے زائد تعریفیں اور تشریحات آئی ہیں، لیکن ہم یہاں ایک تعریف لیں گے تاکہ ہماری تحریر طویل نہ ہو؛ قَالَ القَاضِي شَيْخُ الإِسْلَامِ زَكَرِيَّا الأَنْصَارِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى: (التَّصَوُّفُ عِلْمٌ تُعْرَفُ بِهِ أَحْوَالُ تَزْكِيَةِ النُّفُوسِ، وَتَصْفِيَةُ الأَخْلَاقِ وَتَعْمِيرُ الظَّاهِرِ وَالبَاطِنِ لِنَيْلِ السَّعَادَةِ الأَبَدِيَّةِ)

(الرسالۃ القشیریۃ" ص 7.)

ترجمہ: قاضی شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ نے فرمایا: (تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعے نفس کا تزکیہ، اخلاق کا تصفیہ، اور ظاہر و باطن کی ترقی کو پہچانا جاتا ہے تاکہ انسان کو ابدی خوشبختی حاصل ہو۔) [الرسالۃ القشیریہ، صفحہ 7]۔

یعنی تصوف وہ علم ہے جس کے ذریعے انسان اپنے نفس کی صفائی، اخلاق کی بہتری، اور اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرتا ہے تاکہ وہ ابدی کامیابی حاصل کر سکے۔

اب ہم دوسرے اعتراض کی طرف آتے ہیں، بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تصوف کیوں نہیں تھا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ اس وقت تصوف کا لفظ استعمال نہیں ہوتا تھا، مگر حقیقت میں تصوف موجود تھا کیونکہ ہمارے تصوف سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے، تو آپ کبھی بھی یہ نہیں دکھا سکتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کی ہو۔

صحابہ کرام کی مثال ایسی ہے جیسے ایک عرب جو عربی زبان کو بخوبی سمجھتا ہے، تو اسے صرف و نحو کی ضرورت نہیں ہوتی اور ہماری مثال ایسے غیر عرب کی ہے جو عربی پڑھتا ہے، تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ صرف و نحو سیکھے تاکہ ہر لفظ کو صحیح مقام پر اور صحیح اعراب کے ساتھ پڑھ سکے۔

اب ہم تصوف کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں، امام الحافظ سید محمد صدیق الغماوی تصوف کے بارے میں فرماتے ہیں: "تصوف اللہ تعالی کی طرف سے آسمانی وحی کے ذریعے وجود میں آیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام نے آکر اسلام، ایمان اور احسان کی وضاحت کی، تو یہاں احسان سے مراد علم التصوف تھا، اسی لیے احسان کے بارے میں فرمایا:"

ان تعبد الله کانک تراه" یعنی احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالی کی ایسی عبادت کرو گویا تم اللہ تعالی کو دیکھ رہے ہو، اور یہ صرف تصوف ہی کی خصوصیت ہے۔
(أخرجه الإمام مسلم في صحيحه في كتاب الإيمان عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه)

اسی طرح وہ مزید کہتے ہیں: "تصوف دین کے تین ارکان میں سے ایک رکن ہے، لہذا جو شخص تصوف سے دور ہے، اس کا دین ناقص ہے کیونکہ اس نے دین کا ایک رکن پورا نہیں کیا۔ (الانتصار لطريق الصوفية، ص: ٦ للمحدث محمد صديق الغماري)۔

تصوف کی اہمیت کے بارے میں سلف صالحین کے کئی اقوال موجود ہیں۔

پہلا قول: امام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: قَالَ الإِمَامُ جَلَالُ الدِّينِ السُّيُوطِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى: (أَمَّا عِلْمُ القَلْبِ وَمَعْرِفَةُ أَمْرَاضِهِ مِنَ الحَسَدِ وَالعُجْبِ وَالرِّيَاءِ وَنَحْوِهَا، فَقَالَ الغَزَالِيُّ رَحِمَهُ اللهُ تَعَالَى: إِنَّهَا فَرْضُ عَيْنٍ)۔ (الأشباه والنظائر، للسيوطي، ص:504)

ترجمہ: دل کا علم اور اس کے امراض جیسے حسد، ریا، عجب وغیرہ کی پہچان، امام غزالی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا: یہ فرض عین ہیں۔

دوسرا قول: قَالَ حُجَّةُ الإِسْلَامِ الإِمَامُ الغَزَالِيُّ: (الدُّخُولُ مَعَ الصُّوفِيَّةِ فَرْضُ عَيْنٍ، إِذْ لَا يَخْلُو أَحَدٌ مِنْ عَيْبٍ إِلَّا الأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) (النصرة النبوية، على هامش شرح الرائية، للفاسي، ص:٢٦)

ترجمہ: حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: صوفیوں کے ساتھ تصوف میں شامل ہونا فرض عین ہے، کیونکہ انبیاء علیہ السلام کے سوا کوئی بھی عیب سے خالی نہیں۔

اسی طرح اور بھی بہت سے اقوال، حدیثیں اور آیات موجود ہیں جو تصوف کی اہمیت کو ثابت کرتی ہیں، لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

موسم سرما: عبادت اور ایثار کا موسم

تحریر: حسان مجاہد

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سردیوں میں روزہ رکھنا سرد غنیمت ہے۔" [احمد اور ترمذی]

"سرد" سے مراد ہے کہ اس میں پیاس، گرمی اور تکلیف نہیں ہوتی۔ سلف صالحین سردیوں کے موسم سے بہت خوش ہوتے تھے اور اس موسم میں عبادت کے لیے زیادہ کوشش کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "سردی عبادت کرنے والوں کے لیے بہترین غنیمت ہے۔"

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "ہم سردی کو خوش آمدید کہتے ہیں، اس موسم میں برکات نازل ہوتی ہیں، رات عبادت کے لیے لمبی ہوتی ہے اور دن روزے کے لیے چھوٹا ہوتا ہے۔"

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی وفات کے وقت روتے ہوئے کہتے ہیں: "میں سردیوں کی طویل راتوں کے لیے روتا ہوں۔"

حضرت عبید بن عمیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اے قرآن کے حاملین! سردیوں میں رات قرآن کی تلاوت کے لیے لمبی ہوگئی ہے تو قرآن پڑھو اور دن روزے کے لیے چھوٹا ہوگیا ہے تو روزے رکھو!"

سردیوں میں عبادات میں سے درج ذیل معاملات پر خاص طور پر توجہ دینی چاہیے:

۱۔ راتوں کو نفل نماز ۲ دن کا روزہ ۳ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا ۴ ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا ۵ ٹھنڈی ہوا اور رات کی تاریکی میں مسجد جانا ۶ اللہ کے نعمتوں کا ذکر کرنا جیسے لباس اور پوشاک کی نعمت، گرم کمرے کی نعمت، بارش اور برف کی نعمت ۷ اللہ کی قدرتوں پر غور کرنا جیسے ٹھنڈی ہوا، بجلی، آندھی وغیرہ، کیونکہ ان اعمال کی بہت زیادہ فضیلت بیان کی گئی ہے۔

یہ سب عبادات اور ذکر سردیوں کے موسم میں خاص طور پر معنی خیز اور اہم ہیں، اور مسلمانوں کو اس موسم میں عبادت اور شکر گزاری کے لیے زیادہ کوشش کرنی چاہیے۔

غریب و مسکین افراد کے ساتھ تعاون کرنا:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں «ایثار» یعنی دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینے اور ان کی مدد کرنے کو مؤمنوں کی خصوصیت کے طور پر ذکر کیا ہے۔ ایثار کا مطلب ہے کہ آپ اپنے نفس کی خواہشات پر دوسرے شخص کی ضرورت کو ترجیح دیں اور ان کی مدد کریں۔

ایثار صحابہ کرام کا خاص وصف تھا، مہاجر صحابہ مدینہ منورہ اس حالت میں پہنچے تھے کہ ان کے پاس کوئی دنیاوی مال و دولت نہیں تھی، لیکن انصار نے اپنے گھروں میں ان کو جگہ دی اور ان کے ساتھ تعاون کیا۔ اس تعاون کا یہ حال تھا کہ وہ زندگی میں ہی نہیں، بلکہ موت کے وقت تک اپنے دوستوں کو نہیں بھولے۔

حضرت حارث، عکرمہ اور عیاش (رضی اللہ عنہم) ایک واقعہ میں تینوں زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے اور شدید پیاس کی حالت میں پانی مانگ رہے تھے۔ ساقی پانی لایا، سب سے پہلے حارث کو پانی دیا، لیکن جب حارث نے عکرمہ کی پیاس دیکھی، تو اس نے عکرمہ کو پانی دینے کا حکم دیا، پھر جب عکرمہ نے عیاش کی پیاس دیکھی تو اس نے عیاش کو پانی دینے کا حکم دیا۔ عیاش اس حالت میں شہید ہو گئے، اور جب ساقی واپس آیا، تو عکرمہ اور حارث دونوں بھی شہید ہو چکے تھے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

سردیوں کے موسم میں بے روزگار اور غریب افراد کو زیادہ مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، اس لیے ان کا احوال پوچھنا اور ان کے ساتھ تعاون کرنا بہت ضروری ہے۔

انہیں خوراک، حرارت کے وسائل اور زندگی کی دیگر ضروریات فراہم کرنا چاہیے، کیونکہ اسلام مؤمن کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ یخنی میں اضافہ کرو، تاکہ تمہارے ہمسایہ کا بھی اس میں حصہ ہو۔ [الحدیث]

اس لیے صرف اپنے آپ کو نہیں، بلکہ اپنے آس پاس کے ضرورت مند افراد کا بھی خیال رکھیں، خاص طور پر جب وہ سردی کے موسم میں مشکل میں ہوں۔

موسم سرما: مؤمن کے لیے ایک قیمتی موقع

قال الإمام ابن رجب الحنبلي رحمه الله:

"الشتاءُ ربيعُ المؤمنِ، قَصُرَ نهارُهُ فصامهُ، وطال ليلُهُ فقامهُ."

(لطائف المعارف، ص ٢٧٦)

ترجمہ: موسم سرما مؤمن کے لیے عبادت کا ایک خاص موقع ہے۔

دن چھوٹے ہونے کی وجہ سے روزہ رکھنا آسان ہوتا ہے، اور راتوں کی طوالت کی بدولت تہجد پڑھنا سہل ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے کرام نے موسم سرما کو مؤمن کے لیے "ربیع" (موسم بہار) سے تشبیہ دی ہے، کیونکہ موسم بہار فصلوں کی نشوونما کا وقت ہوتا ہے، اسی طرح موسم سرما مؤمن کی عبادت کی نشوونما کا موسم ہے۔

ہماری نمازیں خشوع سے عاری کیوں؟

تحریر: الیاس عمر

ہم دیکھتے ہیں کہ معاشرے کے اکثر لوگ نماز اور دیگر عبادات میں خشوع کا اثر نہیں رکھتے، کیوں؟ اس کی عام وجہ یہ ہے کہ ان میں استقامت کی کمی ہوتی ہے۔

ہر عمل استقامت سے مکمل ہوتا ہے، اور جس عمل میں استقامت نہ ہو، وہ ضرور نیم اور ادھورا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے کچھ مسلمان بھائی ابتداء میں خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، لیکن بعد میں ان کی نمازوں میں کمی آنا شروع ہو جاتی ہے، بعض بھائی اتنے کمزور ہوتے ہیں کہ وہ صرف ایک یا دو رکعت پڑھ کر تھک جاتے ہیں، بعض دیگر لوگ کچھ دن تو استقامت دکھاتے ہیں، پھر دوبارہ پچھلے طریقے پر نماز پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔

آئیے! ہم چند اسباب پر نظر ڈالتے ہیں جو نماز میں خشوع کا سبب بنتے ہیں:

۱۔ وضو میں خشوع:

وضو میں خشوع اور نماز کے لیے تیاری کرنا بھی ایک ایسا سبب ہے جو نماز میں خشوع کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اگر ہم وضو کو ناقص طریقے سے کریں گے، تو فطری بات ہے کہ ہماری نماز میں پوری توجہ نہیں ہو سکے گی۔

۲۔ ایسے دوستوں کے ساتھ بیٹھنا جو نماز میں خشوع رکھتے ہیں:

چونکہ انسان دوسرے لوگوں سے اثر لیتا ہے، نماز میں خشوع کے لیے ایک مؤثر سبب یہ ہے کہ ہم ان دوستوں کے ساتھ صحبت رکھیں جو سکون اور اطمینان کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ اس طرح کچھ ہی دن میں نمازوں میں تبدیلی آنا شروع ہو جائے گی۔

۳۔ نماز میں تلاوت و تسبیحات کے معنی پر غور کرنا:

یہ بھی ایک مؤثر سبب ہے جو ہماری مدد کرتا ہے تاکہ ہم نماز میں خشوع حاصل کر سکیں۔ جب تک ہم نماز میں پڑھی جانے والی تلاوت و تسبیحات کے معنی پر غور نہیں کریں گے، ہم خشوع کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ ہم کیسے جانیں گے کہ یہاں وعدے کا ذکر ہو رہا ہے یا وعید کا؟

کیا ہمیں اللہ عزوجل کی رحمت کے ذکر کی وجہ سے امید رکھنی چاہیے یا اس کے عذاب کے ذکر کی وجہ سے خوف محسوس کرنا چاہیے؟

۴۔ روزمرہ زندگی میں نفس کی اصلاح:

اگر ہم غور کریں تو ہر وہ عمل جو ہم دن بھر کرتے ہیں، وہ ہمارے عبادات خاص طور پر نماز پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ اور یہ فطری بات

اگر ہم غور کریں تو ہر وہ عمل جو ہم دن بھر کرتے ہیں، وہ ہمارے عبادات خاص طور پر نماز پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ اور یہ فطری بات ہے کہ اگر کوئی سارا دن گناہ کرتا رہے، تو اس کا نفس عبادت کے دوران مکمل توجہ اور خشوع کو قبول نہیں کرتا۔

۵۔ حیاء:

اگر ہم سوچیں کہ اللہ عزوجل اپنی عظمت کے باوجود ہمارے کلام اور باتوں کو سنتے ہیں، اور ہم اللہ عزوجل کی بارگاہ میں دنیاوی خیالات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، تو واقعی ایک سلیم الفطرت نفس میں حیاء پیدا ہوتی ہے۔ وہ کوشش کرے گا کہ اس کی توجہ اور فکر صرف نماز پر ہی مرکوز رہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ خشوع کے بارے میں فرماتے ہیں:

"الخشوع هو حضور القلب، فيكون في ذلك تعظيم الله تعالى وتواضع العبد فيبدي هذا التواضع في جوارحه، فيكون العبد خاشعاً بقلبه وجوارحه، فيسمو بذلك في عباداته۔"
(احياء علوم الدين)

ترجمہ: خشوع دل کا وہ سکون ہے جس میں اللہ کی عظمت کا پورا تاثر موجود ہو، اور بندہ اپنی تمام تر جسمانی اور روحانی حالت سے اس عظمت کا اظہار کرے۔ جب انسان اپنے رب کے سامنے کامل عاجزی اور انکسار دکھاتا ہے، تو اس کا ہر عمل عبادت کی بلندی کو چھوتا ہے اور اس کے اثرات مزید روحانیت اور سکون کی صورت ظاہر ہوتے ہیں۔

ایک صحابی کی شادی کا ایمان افروز کہانی

تحریر: ایمان وردک

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں اپنی ذات کو آپ کے حوالے کرتی ہوں، جو بھی فیصلہ آپ میرے بارے میں کریں گے، وہ مجھے منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکالیا اور وہ عورت وہاں بیٹھ گئی۔ ایک صحابی اٹھے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ کو کوئی ضرورت نہ ہو تو اس عورت سے میری شادی کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے پاس اس عورت کو مہر دینے کے لیے کچھ ہے؟

صحابی نے کہا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے جسے مہر کے طور پر دے سکوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے مدد لو، شاید تم کچھ حاصل کر لو۔ وہ صحابی وہاں سے گئے اور کچھ دیر بعد واپس آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ کی قسم! میں نے کچھ بھی نہیں پایا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جاؤ! اگر تمہیں لوہے کی کوئی انگوٹھی بھی مل جائے تو وہ بھی کافی ہے۔

وہ صحابی دوبارہ گئے اور جب واپس آئے تو کہا: یارسول اللہ! لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ملی، لیکن میں اپنی ایک چادر کا آدھا حصہ اس عورت کو مہر کے طور پر دینے کے لیے تیار ہوں، اور آدھا حصہ میرے لیے رہے گا۔

لیکن اس چادر کو آدھا بھی نہیں کیا جاسکتا تھا، کیونکہ وہ کافی چھوٹی چادر تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی سے فرمایا: اس چادر کا کیا فائدہ ہوگا؟

اگر تم اسے پہنو گے تو تمہاری بیوی کے لیے کچھ نہیں بچے گا، اور اگر تم اسے اپنی بیوی کو دو گے تو تمہارے لیے کچھ نہیں بچے گا۔ یہ بات سن کر وہ غریب صحابی مایوس ہو گئے اور کافی دیر تک خاموش بیٹھے رہے، پھر وہ وہاں سے چلے گئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ صحابی چہرہ پھیر کر جا رہے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس میں موجود ایک صحابی سے فرمایا: جاؤ! اور اسے واپس لاؤ!

صحابی واپس آ گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تمہیں قرآن کی کون سے سورتیں یاد ہیں؟

صحابی نے عرض کیا: فلانی اور فلانی سورتیں یاد ہیں، اس طرح وہ ایک ایک سورت کا ذکر کرتے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ! میں تمہیں اسی قرآن کے بدلے میں یہ عورت تمہیں نکاح کے لیے دے رہا ہوں، جاؤ اور اس عورت کو قرآن سکھاؤ۔ اس طرح اس صحابی کی شادی ہو گئی، اور اس عورت کو قرآن سکھانے کا ایک اہم عمل شروع ہوا۔

قال الإمام ابن القيم رحمه الله

"كلما كان المهر أقل وكان الزوج أعظم ديناً وأخلاقاً
كان أنفع للمرأة وأبرك عليها."

(زاد المعاد، ج ٥، ص ١٧٨)

ترجمہ:

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"(عورت کا) مہر جتنا کم ہو اور اس کے شوہر کا دین و اخلاق جتنا بلند ہو، اس عورت کے لیے اتنا ہی زیادہ فائدہ مند اور بابرکت ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہجد کا نماز

تحریر: حامد افغان

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی۔ آپ نے سورۃ البقرہ کی تلاوت شروع کی، میں نے دل میں سوچا کہ جب آپ سو آیات مکمل کرلیں گے تو رکوع کریں گے، لیکن آپ نے سو آیات مکمل کیں اور پھر بھی تلاوت جاری رکھی، میں نے سوچا کہ آپ پوری سورۃ ایک رکعت میں پڑھیں گے، لیکن آپ مسلسل پڑھتے رہے اور آخر کار پوری سورۃ مکمل پڑھ لی۔ پھر آپ نے سورۃ النساء شروع کردی، اور وہ بھی مکمل کرلی۔ پھر آپ نے سورۃ آل عمران شروع کی، اور وہ بھی ختم کردی۔ آپ کا تلاوت کرنے کا انداز بہت آہستہ تھا، اور جہاں کہیں تسبیح کا ذکر ہوتا، وہاں آپ تسبیح پڑھتے، جہاں سوال کا ذکر آتا، وہاں آپ سوال کرتے، اور جہاں پناہ کی بات ہوتی، وہاں پناہ طلب کرتے۔

اس کے بعد آپ رکوع میں گئے اور کہا: سُبْحَانَ رَبِّيَ العَظِيمِ۔ رکوع میں آپ اتنی دیر ٹھہرے، جتنی دیر آپ قیام میں ٹھہرے تھے۔ پھر آپ نے کہا: سمِعَ الله لِمَنْ حَمِدَهُ، اور جتنا وقت رکوع میں لگایا اتنی ہی دیر تک کھڑے رہے۔ پھر آپ نے سجدہ کیا اور کہا: سُبْحَانَ رَبِّيَ الأعلى سجدہ بھی اتنا طویل تھا جتنا قیام۔

قال حُذَيْفَةُ بن اليمان - رضي الله عنهما -: "صَلَّيْتُ مع النبي - صلى الله عليه وسلم - ذَاتَ لَيْلَةٍ فَافْتَتَحَ البَقَرَةَ، فقلت: يَرْكَعُ عِنْدَ المِائَةِ، ثُمَّ مَضَى، فقلت: يُصَلِّي بها في رَكْعَةٍ، فَمَضَى، فقلت: يَرْكَعُ بها، ثُمَّ افْتَتَحَ النِّسَاءَ فَقَرَأَهَا، ثُمَّ افْتَتَحَ آلَ عِمْرَانَ فَقَرَأَهَا، يَقْرأُ مُتَرَسِّلاً، إذا مَرَّ بِآيَةٍ فيها تَسْبِيحٌ سَبَّحَ، وإذا مَرَّ بِسُؤَالٍ سَأَلَ، وإذا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ تَعَوَّذَ، ثُمَّ رَكَعَ، فَجَعَلَ يقول: سُبْحَانَ رَبِّيَ العَظِيمِ، فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا من قِيَامِهِ، ثُمَّ قال: سمع الله لِمَنْ حَمِدَهُ، ثُمَّ قام طَوِيلاً قَرِيبًا مِمَّا رَكَعَ، ثُمَّ سَجَدَ فقال: سُبْحَانَ رَبِّيَ الأعلى، فَكَانَ سُجُودُهُ قَرِيبًا من قِيَامِهِ" (رواہ مسلم)

یہ تین سورتیں البقرہ، النساء اور آل عمران تقریباً پانچ سپاروں سے بھی زیادہ ہیں اور ان میں 662 آیات ہیں۔ حدیث میں لفظ "مترسلاً" آیا ہے، یعنی آپ کی تلاوت انتہائی غور و تدبر اور سکون کے ساتھ تھی۔ ہر آیت یا چند آیات کے مفہوم کے مطابق آپ مناسب کلمات ادا کرتے، اگر عذاب اور جہنم کا ذکر ہوتا یا شیطان کی فریب کاری کی بات آتی، تو وہاں آپ پناہ طلب کرتے اور اللہ سے مدد مانگتے۔

اس حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ آپ کا رکوع، قیام اور سجدہ بھی تقریباً قیام کی طرح طویل ہوتا تھا، اور یہ تفصیل ایک رکعت کی تھی۔

اگر ہم اندازہ لگائیں، تو یہ دو رکعتوں میں کئی گھنٹے لگتے ہیں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے جن کے بارے میں اللہ جل جلالہ نے فرمایا: "قَدْ غَفَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ"، یعنی اللہ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ نماز میں طویل قیام کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں سوج گئے تھے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ اللہ نے آپ کے تمام گناہ معاف کر دیے ہیں، پھر آپ اتنی تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں؟

تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "افلا اکون عبداً شکورا؟"، یعنی کیا اللہ کی اتنی مہربانی کے بعد میں شکرگزار بندہ نہ بنوں؟

اگر سچ پوچھیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہجد اور عبادت کا یہ حال دیکھ کر انسان اپنی سستی اور کوتاہی پر شرم محسوس کرتا ہے۔ اللہ ہمیں بھی اپنی عبادت میں اخلاص نصیب فرمائے، تاکہ ہم بھی ان کی اتباع میں بہترین عبادت کر سکیں۔

اللهم اجعلنا من الذين يحرصون على إقامة الصلاة كما أقامها نبيك محمد صلى الله عليه وسلم، واجعلنا من أهل الخشوع والخضوع في صلاتنا، وارزقنا توفيقها في جميع أوقاتنا، واجعل قلوبنا مملوءة بحبك، وطاعتك، وعبادتك، ووفقنا لتحقيق ما يرضيك في صلاتنا كما رضي قلب نبيك صلى الله عليه وسلم. اللهم اجعلها لنا نوراً، وزيادةً في قربك، وسبباً في رحمتك وغفرانك، واجعلنا من الذين يعمرون بيوتنا بذكرك، ويسيرون على درب نبيك الكريم. آمين يا أرحم الراحمين.

فصل چہارم

سیاسی اور اجتماعی تحریریں

ایرانی ملیشیاؤں اور داعش کے مابین ہونے والے خفیہ معاہدہ

تحریر: ادارہ المرصاد

شامی انسانی حقوق کے ادارے نے ایک خصوصی رپورٹ میں داعش کے دہشت گردوں، بشاری حکومت اور شام میں ایرانی ملیشیاؤں کے درمیان خفیہ معاہدے سے متعلق معلومات شائع کی ہیں۔

رپورٹ کے مطابق، داعش کے دہشت گردوں اور شام میں ایرانی ملیشیاؤں کے درمیان ایک معاہدہ ہوا تھا جس کے تحت داعش ایرانی ملیشیاؤں کے چوکیاں اور قافلوں پر حملہ نہیں کرتے تھے اور بدلے میں ایران کے حمایت یافتہ گروپوں کی طرف سے داعش کو ہتھیار، دیگر علاقوں میں جانے کے راستے اور انٹیلیجنس معلومات فراہم کی جاتی تھیں۔ رپورٹ میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ جنوری 2022ء میں شام کے غویران جیل پر حملے کے لیے جیل کی تفصیلات اور دیگر خفیہ معلومات ایرانی انٹیلیجنس نے داعش کو فراہم کی تھیں۔

دوستی کا آغاز: اپریل 2021ء میں ایران کے سپاہ پاسداران انقلاب کی قیادت نے شام میں اپنے ایک حامی گروہ کو فارسی میں ایک پیغام بھیجا تھا، جس میں ان سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ مقامی قبیلہ کے رہنماؤں کے ذریعے داعش کے دہشت گردوں سے مشترکہ مفادات کے بارے میں ملاقات کریں۔ اس حکم کو نافذ کرنے کے لیے دیر الزور کے فوجی انٹیلیجنس کے کمانڈر جنرل احمد ابراہیم الخلیل نے حماہ صوبے میں ایک قبیلہ کے رہنما شیخ علی احمد العموری سے کہا کہ وہ دیر الزور جائیں اور اپنے اثر ورسوخ کو استعمال کرتے ہوئے ایرانی سپاہ پاسداران انقلاب اور داعش کے درمیان ملاقات کا انتظام کریں۔

شیخ علی احمد العموری نے اس سے پہلے بھی داعش اور ایرانی ملیشیاؤں کے درمیان ملاقاتوں کا انتظام کیا تھا۔

دس دن بعد ۳ مئی 2021ء کو العموری نے اپنے فوجی ساتھی سے کہا کہ داعش نے 20 مئی کو کباجب اور سخنة کے علاقے کے درمیان ملاقات کے لیے رضامندی ظاہر کی ہے۔

مقررہ تاریخ کو ایک اجلاس ہوا جس کی قیادت دیر الزور کے فوجی انٹیلیجنس کمانڈر نے کی؛ ایران کے سپاہ پاسداران انقلاب کی نمائندگی الحاج دہقان اور داعش کی نمائندگی ابو البراء نے کی۔ اجلاس میں الحاج دہقان نے داعش کے دہشت گردوں سے کہا کہ وہ دیر الزور اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں ایرانی ملیشیاؤں پر حملہ نہ کریں، بدلے میں انہیں ہتھیار، گولیاں اور شام کے ڈیموکریٹک فورسز کے علاقے میں داخل ہونے کے لیے محفوظ راستہ فراہم کیا جائے گا۔

تین ہفتے بعد، 2021ء جون کی نویں تاریخ کو ایک اور اجلاس ایران کی فورسز اور داعش کے درمیان اسی جگہ پر ہوا۔ اس اجلاس

اس اجلاس میں ابو البراء نے داعش کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک بنیادی شرط رکھی، وہ یہ کہ داعش کو حسکہ شہر کے غویران جیل کے بارے میں تفصیلی معلومات فراہم کی جائیں؛ ابو البراء نے اس کے علاوہ ایرانیوں سے یہ ضمانت بھی طلب کی کہ غویران جیل کی طرف جانے والے راستوں پر انہیں ایرانیوں کی جانب سے کسی مشکلات کا سامنا نہ ہو۔ ایرانی نمائندوں نے اس کی تمام شرائط کو قبول کیا، قابل ذکر بات یہ ہے کہ غویران جیل اس وقت شام کے ڈیموکریٹک فورسز کے زیر کنٹرول تھی اور اس وقت وہاں تقریباً 3500 داعش کے دہشت گرد قید تھے

کچھ عرصے بعد ایرانیوں نے غویران جیل، اس کے ارد گرد کے علاقوں، جیل کے قریب چوکیوں اور راستوں کے بارے میں تمام معلومات داعش کو فراہم کیں۔ یہ معلومات فراہم کیے جانے کے کچھ ہی ایام بعد داعش کے دہشت گرد نہر خابور کے علاقے سے ہوتے ہوئے غویران جیل پہنچے اور راستے میں کرد فورسز کی چوکیوں سے گزرے۔ آپریشن سے ایک رات پہلے، داعش کے دہشت گرد اس علاقے میں جمع ہوئے تھے جو ایرانی ملیشیاؤں کے زیر کنٹرول تھا اور اس آپریشن میں استعمال ہونے والی بارود سے بھری گاڑی بھی اسی علاقے سے نکلی تھی۔

ایرانی ملیشیاؤں پر حملوں میں کمی: شام کے انسانی حقوق کے نگران ادارے کا کہنا ہے کہ 202ء کے درمیان (یعنی جب ایرانی ملیشیاؤں اور داعش کے درمیان معاہدہ ہوا) شام میں ایرانی ملیشیاؤں پر داعش کے حملے کافی حد تک کم ہو گئے تھے۔ داعش کے آفیشل میگزین "النبا" کے اعداد و شمار، جن میں مبالغہ آرائی بھی ہو سکتی ہے، خود اس کمی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق 2022ء میں داعش نے کرد فورسز کے علاقوں میں 200 سے زائد حملے کیے، جبکہ شام کے صحرا میں تقریباً 100 حملے کیے، لیکن صرف 6 حملوں میں ایرانی ملیشیاؤں کو براہِ راست نشانہ بنایا گیا۔ ان چھ حملوں کا مقصد شاید داعش کے خود سر جنگجوؤں کا کام ہو یا یہ کہ عام داعش کے دہشت گردوں کو شک و شبہے اور بغاوت سے بچانے کے لیے کیے گئے ہوں۔

داعش اپنے تمام مخالفین کو کافر سمجھتی ہے، جو دشمن کے ساتھ مصلحت یا ضرورت کی بنا پر کسی بھی قسم کے مذاکرات کرتے ہیں، لیکن داعش خود نہ صرف ان افراد سے مذاکرات کرتی ہے جو ان کے نزدیک مرتد ہیں بلکہ ان سے مدد بھی قبول کرتی ہے اور جنگ نہ کرنے کا عہد بھی کرتی ہے۔ اس سے پہلے بھی داعش نے شامی ظالمانہ حکومت کے ساتھ معاہدے کیے ہیں، جس کے بارے میں ادارہ المرصاد جلد خصوصی رپورٹس شائع کرے گا۔

واخان پر قبضہ، انڈیا کے ساتھ زمینی روابط؛ جان اچکزئی اور خواجہ آصف کے بچگانہ بیانات!

تحریر: قاری عبد الرشید مومند

گزشتہ چند روز سے جبکہ پاکستان اپنے ملک میں حملوں کی روک تھام میں ناکام نظر آرہا ہے تو سوشل میڈیا پر فوج نے اپنے تابعین کو ایکٹیو کرلیا ہے پکتیکا اور خوست بمباری میں بچوں کو قتل کر کے فیک ویڈیوز سے لیکر ایکس پر جان اچکزئی کی ٹویٹس تک، ریاست کے کارندے جب بھی بولے اپنی جگ ہنسائی کے علاوہ کچھ نہیں کر سکے

بلوچستان کے وزیر اطلاعات جان اچکزئی گویا ہوش و حواس کھو کر ہی افغانستان کے پیچھو پڑ چکا ہے کبھی وزیرستان سمیت مختلف حملوں کے حوالے سے افغانستان پر الزامات، تو کبھی پکتیکا اور خوست میں ہوئی بمباری میں ٹی ٹی پی کو ہدف بنانے کا جھوٹ اور کبھی واخان کوریڈور پر قبضے کے بچگانہ بیانات سامنے آرہے ہیں اس حوالے سے تو سب سے پہلے انہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ جب تک ایک درجن افغانی بھی زندہ ہیں، وہ افغانستان کی ایک بالشت زمین پر بھی قبضہ نہیں کر سکتے، اور یہ ہوائی باتیں نہیں ہیں بلکہ اس کی تصدیق ان سے کروائیں جن کے پاس جا جا کر آپ لوگ بھیک مانگتے ہیں

دوسری بات یہ کہ واخان کا نام لیکر آپ نے ثابت کر دیا کہ پاکستان کو افغانستان کی ترقی نہیں بھا رہی، جس کی وجہ سے وہ مختلف ناموں سے افغانستان میں بدامنی پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور کبھی بمباری کر کے بھی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ ایک محفوظ ملک نہیں ہے مگر جان اچکزئی اور اس کے مالکان جان لیں کہ اس بار افغان قوم نے زندگی جینے سے زیادہ ترقی کا خیال دل میں بسا لیا ہے اور قوشتیپہ کینال سے لیکر واخان کوریڈور بن کر رہیں گے، اس کیلئے ہمارے وزراء سے لیکر مزدوروں کا پسینہ تو بہے گا ہی بہے گا خون بہانے کیلئے بھی تیار ہیں

دوسری طرف وزیر دفاع پاکستان خواجہ آصف، جسے ملک کی دفاع کا خیال رکھنا چاہیے، کاروباری لائن کی باتیں کرنے لگے جو انتہائی مضحکہ خیز ہے اور ایک ریاست کے وزیر کو یہ رویہ نہیں اپنانا چاہیے مگر ان کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اولا تو افغانستان اب پاکستان کا اتنا محتاج نہیں رہا، جتنا آپ سوچتے ہیں اگر آپ انڈیا کی امداد یا کاروبار کو ہم پر قطع کرنے کی سوچتے ہیں تو اس سے ہمیں یہ فائدہ ہوگا کہ ہم چابہار پر جاری آمد و رفت کو مزید بڑھا دیں گے ان شاء اللہ دوسری بات یہ کہ اگر آپ اتنے سوپر پاور ہیں تو کیوں صرف انڈیا کا راستہ قطع کرنا چاہتے ہیں؟ ہمت کریں اور کہیں پاکستان افغانستان کے ساتھ تمام تجارتی تعلقات ختم کر رہا ہے لیکن آپ ایسا نہیں کریں گے، کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ اس میں آپ کا بھی نقصان ہے

آپ کو یاد ہوگا کہ انس حقانی نے کابل کی فتح سے چند روز قبل ایک مشاعرے کے دوران سابقہ افغان انتظامیہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ ایسی باتیں نہ کریں جس پر بعد میں پشیماں ہونا پڑے آپ کو بھی انہی الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں کہ اگر ہم ذرا کمزور ہیں تو آپ بھی اتنے طاقتور نہیں ہیں جتنا آپ نے مطالعہ پاکستان میں لکھا ہے لہذا پہلے سوچیں، پھر تولیں اور پھر بولیں

آخر میں تمام پاکستان عوام جو کہ افغان قوم سے محبت رکھتی ہے اور بطور مسلمان وہ ہماری اسلامی حکومت سے محبت رکھتے ہے، کو میرا یہ پیغام ہے کہ وہ محبت اسلامی بھائی چارے اور اچھے پڑوسی بنیں اور اسی پر اپنی حکومت کو بھی قائل کریں ریاست کے حکمرانوں کو بھی چاہیے کہ پہلی اپنی غلطیاں اصلاح کریں، امن و امان کے حوالے سنجید گی کا مظاہرہ کریں، بچگانہ اور غیر ذمہ دارانہ بیانات سے گریز کرتے ہوئے افغانستان کے ساتھ دوستی قائم رکھیں اسی میں دونوں ملکوں کی بھلائی ہے

واخان: افغانستان کی غیر متزلزل پہچان

افغانستان صرف ایک سرزمین نہیں، بلکہ مسلمہ امت کے ضمیر کی ترجمانی کرتا ہے۔ واخان اس کا ایک ناقابلِ تقسیم حصہ ہے، جس پر کوئی بیرونی قوت یا سازش سوال نہیں اٹھا سکتی۔ افغانستان کی خودمختاری پر سمجھوتہ ممکن نہیں، اور اس کی سرحدوں کی حفاظت ہر افغان کی غیرت و ایمان کا تقاضا ہے۔ افغانستان ہمیشہ آزاد تھا، آزاد ہے اور آزاد رہے گا!

امت کی حمایت میں

تحریر: عزیز الدین مصنف

وزیرِ دفاع، جو ملک کی سلامتی امور اور سیکورٹی کمیشن کی سربراہی بھی کر رہا ہے، قوم کے سامنے آتا ہے۔ میڈیا سینٹر میں جمع ہونے والے صحافی کسی بڑی خبر کے منتظر ہیں۔ سبھی کوشش کر رہے ہیں کہ جوان رہنما کے پہلے پیغام کو سمجھیں اور اسے عام کریں۔

سپہ سالار، قوم کے نمائندے کے طور پر امت سے خطاب کرتا ہے۔ یہ ایک فیصلہ کن مرحلہ ہے۔ جو باتیں اہم ہیں، انہیں واضح طور پر بیان کرنا ضروری ہے؛ غازی افواج کی فتوحات کا تذکرہ ہو، گمنام ہیروز کی کامیابیوں کو اجاگر کیا جائے، شہداء کے خون سے حاصل ہونے والی امانت کی حفاظت کیسے ہو، اسلامی نظام کی بقا کے بنیادی اصول کیا ہیں، اور امت کے حقوق کی ادائیگی ہم کیسے کر سکتے ہیں؟

نوجوان سپہ سالار، اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی حمد و ثنا کے بعد، امریکہ کے تسلط سے ملک کی آزادی کے مراحل پر مختصر گفتگو کرتا ہے اور مستقبل کے اہداف کے بارے میں وضاحت کرتا ہے:

"ہم ان ممالک سے سخت مطالبہ کرتے ہیں، جن کے راستے سے بیرونی شرپسند عناصر افغانستان میں داخل ہوتے ہیں، کہ وہ اپنے زمینی اور فضائی سرحدوں پر سخت کنٹرول رکھیں اور کسی بھی فتنے کو ہمارے ملک میں داخل ہونے سے روکیں۔"

خاص طور پر تاجکستان اور پاکستان کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے واضح کیا کہ اگر ان ممالک نے اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی نہ کی، تو وہ بھی اپنے آقاؤں کے انجام سے دوچار ہوں گے۔

اسلامی نظام کے قیام کے بعد، ہر قسم کی فتنہ انگیزی کا خاتمہ کر دیا گیا ہے، اغواء اور دیگر مجرمانہ سرگرمیاں ختم ہو چکی ہیں، کرپشن کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے، اور امیر المؤمنین حفظہ اللہ کے خصوصی فرمان کے تحت منشیات کی کاشت مکمل طور پر ختم کر دی گئی ہے۔ ان کے استعمال کرنے والوں کے لیے ایک مخصوص نظام کے تحت بحالی کے مراحل طے کیے جا رہے ہیں۔

عام معافی کے اعلان کے بعد، کسی کو بھی بغاوت کی ہمت نہیں ہوئی، اور دینی مدارس کے طلبہ کو اسلامی نظام کے لیے قربانی کے جذبے سے سرشار کر کے تیار کیا جا رہا ہے۔ اس نظام میں حکمران اور عوام میں فرق صرف تقویٰ کی بنیاد پر

ہے۔ مہاجرین کے مسائل کے حل کے لیے بھی پورا نظام متحرک ہے، اور غیر متوقع چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے صرف اللہ کی نصرت ہی ہمارا سہارا ہے۔

ملک کی سول اور عسکری اداروں میں مشترکہ کمیشن سرگرم عمل ہیں، اور جو بھی اسلامی شریعت کے خلاف سرگرمیوں میں ملوث پایا جاتا ہے، اسے فوری طور پر صفوں سے نکال کر اعلیٰ عدالتوں میں مقدمے کے لیے بھیج دیا جاتا ہے۔

امن و امان کے مکمل قیام کے بعد، نوجوان سپہ سالار اپنی پر عزم نگاہیں بلند کرتا ہے، گویا وہ کسی نئے مؤقف کا اعلان کرنے والا ہو۔

"امت کا درد، ہمارا درد ہے!"

"غزہ فلسطین کا جائز حق ہے، اور اس حق کی بحالی کے لیے تمام اسلامی حکمرانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس کی دفاع کے لیے عملی اقدامات کریں۔"

وہ حماس کے جانباز سپاہیوں کو مجاہدین کی فتح کی مبارکباد پیش کرتا ہے اور بلند آواز میں اعلان کرتا ہے:

"اسرائیل فلسطین کی مقدس سرزمین پر قابض ہے۔ ہر مومن کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ فلسطین کی آزادی کی اس جنگ میں اپنا کردار ادا کرے!"

امارتِ اسلامیہ پوری امتِ مسلمہ کے درد کو اپنا درد سمجھتی ہے۔ ہر مظلوم مسلمان کی آہ ہمارے دلوں کو جھنجھوڑتی ہے، اور ہر اسلامی مسئلہ ہماری ذمہ داری ہے۔ امارتِ اسلامیہ ہمیشہ امت کے اتحاد، دفاع اور وقار کے لیے کھڑی رہی ہے اور رہے گی۔ مسلمانوں کی عزت و خودمختاری ہماری غیرت کا مسئلہ ہے، اور ہم کسی بھی سازش کو امت کے مفادات پر حاوی نہیں ہونے دیں گے!

داعشی تنظیم کی طاقت عراقیوں کے ہاتھ سے نکل رہی ہے!

تحریر: ادارہ المرصاد

داعشی خوارج کے داخلی معاملات سے باخبر ذرائع کا کہنا ہے کہ تنظیم کے مختلف ولایتوں کی عمومی نگرانی کرنے والے سابق سربراہ کے مارے جانے کے بعد یہ بدنام گروہ قیادت اور انتظامی امور میں شدید بحران کا شکار ہو چکا ہے۔

بغدادی اور ہاشمی کے غلاموں کو بے نقاب کرنے والا چینل" نامی ایک ذریعہ رپورٹ کرتا ہے کہ رواں سال 24 فروری کو شام میں ابو سارہ العراقی (کفوش) کی ہلاکت داعش کے لیے ایک زبردست دھچکا ثابت ہوئی، کیونکہ وہ نام نہاد خلافت کے اعلان کے بعد تنظیم کے کئی اہم عہدوں پر فائز رہا اور پورے گروہ کا انتظام اسی کے ہاتھ میں تھا۔

معلومات کے مطابق، ابو بکر البغدادی، عبد اللہ قرداش اور سیف بغداد (عبد الرحمن العراقی) کی ہلاکتوں اور چند دیگر داعشی سرغنوں کی گرفتاریوں کے بعد، ابو سارہ العراقی واحد عراقی رہنما تھا جو داعش کے انتظامات چلا رہا تھا اور تنظیم کے نئے سربراہ (جسے داعشی اپنے "مسلمانوں کا خلیفہ" کہتے ہیں) کے انتخاب میں اس کی رائے کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔

چونکہ داعش کے نئے "خلیفہ" کے چناؤ میں اس کا بنیادی کردار تھا، اس لیے تنظیم پر نظر رکھنے والے ماہرین اسے "امراء اور خلیفاؤں کا بنانے والا" کہتے تھے۔

بغدادی اور ہاشمی کے غلاموں کو بے نقاب کرنے والا چینل" نے ایک اہم سوال اٹھایا ہے

کیا ابو سارہ العراقی کی ہلاکت کے بعد عراقی داعشیوں نے تنظیم میں اپنی قیادت کھودی ہے؟

عراقی داعشی کئی نظریاتی، منہجی اور تنظیمی مسائل میں الجھے ہوئے تھے۔ انہوں نے داعش کو اپنی خواہشات کے مطابق گروہوں میں تقسیم کر رکھا تھا اور اپنی نفسیاتی، عقلی اور علمی بیماریوں کی بنیاد پر دین کا ایک ایسا خود ساختہ ماڈل تیار کیا تھا جس میں معصوم مسلمانوں کے خون بہانے اور ان کے اموال لوٹنے کو جائز سمجھا جاتا تھا، جبکہ اپنے ہر مخالف کو کافر قرار دیا جاتا تھا۔

یہ بھی یاد رہے کہ داعشیوں کے نامعلوم خلیفہ ابو الحسین الحسینی القریشی کی موت کے اعلان کو تقریباً تین ماہ گزر چکے ہیں، لیکن تاحال داعش کے کسی بھی سرکاری ذریعے نے اس پر کوئی وضاحت پیش نہیں کی، بلکہ مکمل خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔ ذرائع کے مطابق، یہ خاموشی بھی اس قیادت کے فقدان کی علامت ہے جو ابو سارہ العراقی کی ہلاکت کے بعد پیدا ہوا ہے۔

سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ ابو سارہ العراقی کی موت کے بعد داعشی تنظیم کی قیادت عراقیوں کے ہاتھ سے نکل چکی ہے۔ ممکنہ طور پر نئے خلیفہ کے اعلان میں تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ عراقی عناصر دوبارہ قیادت پر قابض ہونے کی کوشش کر

رہے ہیں، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اب شام میں کوئی بھی مضبوط عراقی شخصیت باقی نہیں رہی۔
بغدادی اور ہاشمی کے غلاموں کو بے نقاب کرنے والا چینل "اپنے تجزیے کے آخر میں لکھتا ہے"
عراق میں عراقی قیادت کی کمزور ہوتی صورتحال یہ صلاحیت نہیں رکھتی کہ دوبارہ کنٹرول حاصل کرے اور خلافت کو عراق واپس لے آئے۔ اسی بنیاد پر داعش ایک بڑے چیلنج اور ایک نئے حقیقت کا سامنا کر رہی ہے، جہاں تاریخ میں پہلی مرتبہ عراقی عناصر قیادت کے میدان سے باہر ہو چکے ہیں۔

شیخ عطیہ اللہ اللیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"داعش اسلام کے نام پر ظاہر ہوا، مگر اس نے اسلام کی حقیقی روح کو ختم کر دیا۔ یہ گروہ درحقیقت جہاد کا سب سے بڑا دشمن تھا، کیونکہ اس کی کارروائیوں سے امت کے دشمن خوش ہوئے اور مجاہدین کو مسلمانوں کی نظروں میں بدنام کر دیا۔
الحمد للہ، مخلص مجاہدین نے ان کے خلاف قیام کیا، اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، اور اس تکفیری فتنے کو ناکام بنا دیا۔ اگر آج جہاد کی صفیں خالص اور پاکیزہ ہیں، تو یہ ان مجاہدین کی قربانیوں کا نتیجہ ہے، جنہوں نے حق کی راہ میں اپنے جانیں قربان کر دیا۔"

خطے کی سکیورٹی صورتحال اور پاکستان کی دورخی پالیسی

تحریر: عاطف مشعل

پاکستان میں ہونے والے حالیہ حملوں کے اصلی ذرائع اور عوامل کے حوالے سے پاکستانی اعلیٰ حکام کے بیانات تعجب انگیز اور حیران کن ہیں۔ خاص طور پر ان حملوں کا تعلق اور ربط افغانستان کے ساتھ جوڑنے کے حوالے سے پاکستان کے وزیر دفاع خواجہ محمد آصف کے بیانات سراسر بے بنیاد الزامات اور دعوے ہیں۔

روئیٹرز نیوز ایجنسی جیسے معتبر ادارے اور ادارہ المرصاد کی طرف سے تصدیق شدہ رپورٹس کے مطابق داعش خراسان کا سربراہ شہاب المہاجر اب بھی پاکستان میں بلوچستان کے علاقے میں مقیم اور سرگرم ہے۔ ان میڈیا اداروں کی رپورٹس کے مطابق شہاب المہاجر افغانستان میں زخمی ہونے اور شدید زخم کھانے کے بعد پاکستان میں بلوچستان کے علاقے کی طرف فرار ہوگیا اور پھر وہاں سے اس نے اپنی دہشت گردانہ کاروائیاں شروع کردیں۔

اسی طرح بلوچ نیشنل موومنٹ کے سربراہ ڈاکٹر نسیم بلوچ نے جنیوا میں ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "بلوچستان میں عالمی دہشت گرد تنظیم داعش کے کیمپس کی موجودگی تشویشناک ہے۔" ڈاکٹر نسیم بلوچ نے مذکورہ اجلاس میں واضح طور پر کہا کہ "بلوچستان میں داعش کے کیمپس کو پاکستانی فوج کی جانب سے مدد مل رہی ہے اور یہ پاکستانی فوج کی براہ راست نگرانی اور تعاون سے اپنی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں۔"

بین الاقوامی میڈیا اور خطے کے سیاستدانوں کی یہ معلومات اور پر وثوق باتیں، ان بودے اور بے بنیاد دعوں کو رد کرتی ہیں جو پاکستانی حکام کی جانب سے افغانستان سے دہشت گرد سرگرمیوں کو منسوب کرنے کے حوالے سے کیے جاتے ہیں۔

اس طرح کی بے بنیاد تہمتیں اور جھوٹے الزامات لگا کر پاکستانی حکام اپنے ملک کی داخلی سکیورٹی کی خامیوں اور کمزوریوں سے عوام کی توجہ ہٹانا چاہ رہے ہیں یا اپنے اسٹریٹیجک مقاصد کے لیے ہمسایہ مما لک اور عالمی برادری کے ذہنوں میں افغانستان کی موجودہ حکومت کے حوالے سے بدگمانی اور منفیت پیدا کرنا چاہ رہے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ایسے اشارے بھی ملے ہیں کہ پاکستانی فوج اور بعض سیاسی حلقے، جو ممکنہ طور پر مغربی مفادات کے لیے کام کر رہے ہیں، چینی کمپنیوں کے خلاف مسلح حملوں میں ملوث ہیں۔

ممکن ہے یہ کاروائیاں پاکستان کو عالمی طاقتوں کی رقابت و مسابقت کے مرکز میں تبدیل کرنے کے وسیع ایجنڈے کا شاخسانہ ہوں۔

پاکستانی فوج اور سیاست دانوں کا یہ مغرب نواز ٹولہ مغرب کے خفیہ اشاروں پر چل رہا ہے تاکہ بڑے اقتصادی منصوبوں بالخصوص چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) پر عمل درآمد میں مشکلات کھڑی کی جائیں۔

پاکستا کو جہاں سکیورٹی مشکلات کے ساتھ شدید معاشی مسائل کا بھی سامنا ہے، وہیں ایسے مفروضے بھی پائے جاتے ہیں کہ داعش کے منصوبے کی فنڈنگ کرنے کی ایک وجہ یہی شدید اقتصادی مسائل کی مجبوریاں ہیں، تاکہ خطے میں داعش کے منصوبے پر عمل درآمد کر کے پاکستانی جرنیل آئی ایم ایف اور دیگر مغربی اقتصادی و معاشی تعاون سے مستفید ہو سکیں۔

داعش کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانا اور خطے میں داعش کو ایک محفوظ ورکنگ کوریڈور مہیاء کرنا صرف افغانستان اور سی پیک کے خلاف اقدام نہیں بلکہ وسطی ایشیاء، روس اور ایران کے لیے بھی ایک بڑا خطرہ ہے۔

پاکستانی جرنیلوں اور سیاست دانوں کا یہ اقدام صرف افغانستان کے ساتھ متصادم نہیں، بلکہ افغانستان کے پڑوس میں تمام خطے، جس میں روس، چین اور ایران شامل ہیں، کے لیے ایک سنگین خطرہ ہے۔ کیونکہ مغرب اب داعش کی کسی ایک ملک کے خلاف نہیں بلکہ خطے کے متعدد مما لک کے خلاف فنڈنگ کر رہا ہے اور اسے مضبوط کر رہا ہے۔

پاکستانی جرنیلوں اور سیاست دانوں کی جانب سے اس گروہ کی فعالیت اور مغرب کے ایجنڈے کے مطابق مغربی منصوبے پر عمل درآمد میں نہ تو پاکستانی عوام کے مفاد کو اور نہ ہی خطے کے مما لک کے مفادات کو مد نظر رکھا گیا، اپنی ہی عوام کے ساتھ اس نازیبا اور دورخے چلن کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ پاکستانی عوام میں ردعمل اور غصہ پیدا ہو گا، یہ بہت گہرا اور سنگین خطرہ ہے، جس کے نتیجے میں پاکستان کو نا صرف اپنی عوام کے شدید ردعمل کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ خطے کے مما لک کی دشمنی اور مخالفت بھی مول لینی پڑے گی۔

اسی طرح اس گروہ کی کوشش ہے کہ تحریک طالبان پاکستان (ٹی ٹی پی) کے نام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے، شمالی پاکستان (گلگت بلتستان و چترال) اور شمال مشرقی افغانستان (کنڑ، نورستان، بدخشان، تخار، لغمان) سمیت ان علاقوں کو غیر مستحکم کیا جائے جہاں سی پیک پراجیکٹ اور واخان پراجیکٹ پر عمل درآمد ہو رہا ہے، تاکہ وسطی ایشیاء کے مما لک اور چین بدامنی کا شکار ہو جائیں اور ان بڑے علاقائی اقتصادی منصوبوں پر عمل درآمد بند ہو جائے۔

تاجکستان اپنے معاشی فواد کی وجہ سے سی پیک منصوبے کی حمایت اور خیر مقدم کرتا ہے، لیکن پاکستانی جرنیلوں اور سیاست دانوں کے مغرب نواز ٹولے کی جانب سے وسطی ایشیا اور ازبک مسلح گروہوں کو جنوبی ازبکستان اور مشرقی ترکستان کی تشکیل کے خیالی وعدے کیے گئے ہیں، تاکہ ان گروہوں کی سرگرمیوں کے نتیجے میں چین اور وسطی ایشیا کے مما لک کے لیے سکیورٹی خطرات پیدا ہو جائیں اور خطے میں مغرب کے پلان کردہ منصوبے پر عمل درآمد ہو سکے۔

وسطی ایشیا کے دہشت گرد گروہ جو اپنے علاقوں کی آزادی کے خیالی وعدوں میں پھنسے ہوئے ہیں، چین کے مفادات اور سی پیک

منصوبے پر عمل درآمد کے لیے سنگین خطرات سمجھے جاتے ہیں۔
جنوبی ازبکستان اور مشرقی ترکستان" کے قیام سے ان گروہوں کی سرگرمیوں کے لیے خفیہ ٹھکانے میسر آسکتے ہیں اور اس سے علاقائی سلامتی کے معاملات مزید پیچیدہ ہو سکتے ہیں۔
دہشت گردی کی کاروائیوں کے حوالے سے پاکستان کی طرف سے الزام تراشی کا سلسلہ نہ صرف خطے میں حقیقی سلامتی کے چیلنجز کو حل کرنے میں مددگار ثابت نہیں ہوتا بلکہ ہمسایہ ممالک کے درمیان اعتماد و تعاون کی فضا کو بھی خطرے میں ڈالتا ہے۔
علاقائی استحکام اور سکیورٹی کے لیے عملی کوششوں کی بجائے الزام تراشی کے کھیل میں ملوث ہونا، تشدد میں اضافے کا باعث بنتا ہے اور نتیجہ خیز مذاکرات اور تعاون میں رکاوٹ بنتا ہے۔
مزید برآں، بے بنیاد الزام تراشی کے کھیل میں ملوث ہونا ہمسایہ ممالک کے درمیان اعتماد اور تعاون کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ اعتماد کا فقدان نا صرف دہشت گردی سے نمٹنے کی کوششوں میں رکاوٹ بنتا ہے بلکہ وسیع تر علاقائی اقدامات اور ترقیاتی منصوبوں جیسا کہ چین پاکستان اقتصادی راہداری (سی پیک) ٹاپی، کاسا ایک ہزار اور اس طرح کے دیگر علاقائی منصوبوں میں پیش رفت میں بھی رکاوٹ بنتا ہے۔
خطے کو درپیش سکیورٹی چیلنجز کو مؤثر طریقے سے حل کرنے کے لیے پاکستان کو دیگر ممالک پر الزام تراشی سے گریز کرنا چاہیے اور ایک زیادہ فعال اور تعاون پر مبنی چلن اپنانا چاہیے۔ جس میں داخلی سکیورٹی کی خامیوں کا اعتراف کرنا، اپنے سکیورٹی مسائل کو خود حل کرنا اور ہمسایہ ممالک کے درمیان اعتماد اور تعاون کی فضا پیدا کرنا اور خطے کے استحکام کے لیے حقیقی اور عملی عزم کا اظہار کرنا شامل ہے۔
آج ایک نئے ورلڈ آرڈر نے اکثر ممالک کو انتخاب کے لیے مختلف اختیارات دے رکھے ہیں، دنیا کے اکثر ممالک جو اپنی بقاء کی فکر کرتے ہیں، خطے کے استحکام کے ساتھ مکمل ہم آہنگی اور تعاون کے راستے پر آگے بڑھ رہے ہیں۔
ایسا لگتا ہے کہ اس نئے ورلڈ آرڈر کے اثرات ہمارے خطے میں زیادہ ہوں گے، کیونکہ اس نئے ورلڈ آرڈر کے اصلی کھلاڑیوں کے تین ممالک میں سے دو یہاں ہیں۔
پاکستان کو چاہیے کہ ایسی سیاست اور پالیسی کا انتخاب کرے جو اگر خطے کے ساتھ ساتھ نہیں بھی چلتی تو کم از کم خطے کے ساتھ تضاد اور ٹکراؤ کے راستے پر نہ ہو۔
پاکستانی فوج میں بعض جرنیلوں اور سیاستدانوں نے مغرب کے مفادات کے تحفظ کی پالیسی اپنا رکھی ہے، یہ واضح طور پر خطے کے ساتھ تضاد اور ٹکراؤ کی جانب بڑھنا ہے۔

شکست خوردہ فتنہ

تحریر: عزیز الدین مصنف

اگر خطے کی سیاسی صورتحال پر اسلامی نظام کے اثرات کو تجارت کے اصولوں پر پرکھا جائے، تو ایک حقیقت واضح ہو جاتی ہے: غیر ملکی کرنسیوں کے مقابلے میں افغانی کی استقامت اس خود مختار اسلامی شرعی نظام کی آزادی اور استقلال کی ایک روشن علامت ہے۔

مشرق و مغرب کے کفار صدیوں سے یہی کوشش کرتے آرہے ہیں کہ مسلمانوں کو آپس میں خانہ جنگی میں الجھا دیا جائے، یا پھر انہیں ایسے سنگین مسائل میں مبتلا کر دیا جائے کہ ان کا واحد حل خونریزی اور تباہی بن جائے۔ اسی سازش کو عملی جامہ پہنانے کے لیے، ڈیڑھ دہائی قبل مشرق و مغرب نے مل کر داعشی خوارج کے تنظیمی ڈھانچے پر کام کیا۔

ظاہری طور پر مشرق اور مغرب الگ دکھائی دیتے ہیں، لیکن اگر کوئی فلسطین کی حالیہ صورتحال کو گہرائی سے پرکھے، تو حقیقت واضح ہو جائے گی۔ فلسطین پر پہلا حملہ روس کے ذریعے 40,00 یہودیوں نے کیا تھا۔ اور صرف یہی نہیں، بلکہ فلسطین پر قبضے سے لے کر آج تک مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد کے تمام منصوبے انہیں کی طرف سے مشترکہ کمیٹیوں میں ترتیب دیے گئے ہیں۔

اگر ہم تاریخ کے جھروکوں میں جھانکیں تو دیکھیں گے کہ عرب دنیا میں داعشی خوارج کے ظہور سے قبل جہادی سرگرمیاں ایک متحد قیادت کے زیرِ سایہ چل رہی تھیں۔ القاعدہ کے مجاہدین نے ایک منظم اور مضبوط قیادت کے تحت پورے عالمِ عرب کو کفار کے لیے جہنم بنا رکھا تھا۔

ادھر، روس کے مغربی کنارے پر قفقاز میں بھی اسلامی تحریکیں ترقی کی راہ پر گامزن تھیں، لیکن جب امریکہ نے اپنی خصوصی جنگی فنڈنگ کے ذریعے داعشی خوارج کو ان جہادی تحریکوں میں دراڑ ڈالنے کے لیے استعمال کیا، تو مسلمان امت ایک عجیب کیفیت سے دوچار ہو گئی۔

بظاہر اسلام کے نام پر نعرے لگانے والے یہ خوارج اتنے بے رحم تھے کہ اپنے ناپاک جنگی مرحلوں میں کبھی بھی کفار کے خلاف سنجیدہ مزاحمت نہیں کی، بلکہ ہمیشہ بے گناہ اور نہتے مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔

جب برطانیہ اور امریکہ کی مشترکہ سازش کے تحت داعشی خوارج کو جنوبی ایشیا کی سرحدوں پر منظم فوجی اسکواڈز کی شکل میں داخل کیا گیا، تو اسی لمحے اسلامی امارت کی پر بصیرت قیادت نے اس مہلک فتنہ کے خوفناک نتائج کو بھانپ لیا۔

یہ امارت اسلامیہ کی دور اندیش قیادت ہی تھی کہ اس وقت کے امیر المؤمنین، شہید ملا اختر منصور رحمہ اللہ نے امتِ مسلمہ کے

ماتھے سے اس سیاہ دھبے کو مٹانے کے لیے ایک مضبوط حکمتِ عملی اختیار کی۔

ابتدائی مراحل میں اسلامی امارت نے ایک مدبرانہ پالیسی اپنائی، تاکہ شاید یہ فتنے کے بیج بونے والے عناصر خود ہی اپنی راہ سے پلٹ جائیں، لیکن جب ان کے جنگی عزائم اور اہداف مکمل طور پر بے نقاب ہوگئے، تو امارتِ اسلامی نے فیصلہ کن اقدام اٹھایا۔

امارتِ اسلامی نے پورے ملک کے مجاہدین کو متحد کیا، طاقتور عسکری دستے ترتیب دیے اور ایک عظیم امیر کی قیادت میں خوارج کے خلاف اعلانِ جہاد کر دیا۔

یہ ایک مبارک معرکہ تھا، جس میں اسلامی امارت کی قیادت خود اگلی صفوں میں لڑ رہی تھی۔ اس پلیت فتنہ کے خاتمے میں اسلامی امارت کے کئی نابغہ روزگار مجاہدین نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ لیکن انہی شہادتوں، قربانیوں اور خلوص کی برکت تھی کہ داعشی خوارج کا خبیث بیج ہمیشہ کے لیے اس سرزمین سے اکھاڑ دیا گیا۔

یہ وہ معرکہ تھا جس میں حق نے باطل کا سر ہمیشہ کے لیے کچل دیا، اور آج اسلامی امارت اپنی بصیرت، قربانیوں اور جہادی حکمت عملی کی برکت سے ایک مضبوط، مستحکم اور خود مختار اسلامی حکومت کی حیثیت سے دنیا کے سامنے کھڑی ہے۔

❁❁❁

افغانستان میں داعشی خوارج کی شکست کے حوالے سے اسلامی امارت کے اعلیٰ عہدیدار اور مرکزی ترجمان،

محترم مولوی ذبیح اللہ مجاہد نے ایک انٹرویو میں فرمایا:

"داعش کو افغانستان میں عوامی حمایت حاصل نہیں، اور ہمارے سیکیورٹی ادارے ان کے خاتمے کے لیے پُرعزم ہیں۔ الحمدللہ، ہماری مسلسل کوششوں کے نتیجے میں داعش کو افغانستان میں شکست ہوئی ہے اور اب وہ کوئی قابلِ ذکر خطرہ نہیں رہا۔"

کیا افغانستان پاکستان کے احسان تلے ہے؟

تحریر: محمد نعمان

پاکستان افغانستان کے ساتھ کیے گئے اپنے تمام جرائم کے باوجود اب بھی یہ سمجھتا ہے جیسے افغانستان اس کا بہت زیادہ احسان مند اور مقروض ہو۔ خصوصا افغانستان پر سابقہ سوویت حملے کے بعد افغان مہاجرین کو سنبھالنا وہ اپنا بہت بڑا احسان گردانتا ہے۔ لیکن حقیقت اس سے کہیں مختلف ہے۔

در حقیقت پاکستان کو افغانستان اور افغانیوں کا احسان مند ہونا چاہیے اور ان کا احسان تسلیم کرنا چاہیے کیونکہ اگر افغانی سویت یونین کے خلاف کھڑے نہ ہوئے ہوتے، تو اس وقت پاکستان دنیا کے نقشے اور جغرافیہ سے ختم ہو چکا ہوتا، کیونکہ پاکستان کسی بھی طور پر سوویت یونین کے خلاف کھڑے ہونے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ پاکستان نے افغان مہاجرین کے حوالے سے بارہا دنیا سے مراعات حاصل کی ہیں۔ انہوں نے افغان مہاجرین کے نام پر جو بھی عطیات اور امداد حاصل کیں، ان کا دس فیصد بھی افغان مہاجرین کو ادا نہیں کیا بلکہ اپنی جیب میں ڈال لیا۔

اس کے ساتھ سوویت یونین کے خلاف افغان جہاد کے دوران بھی مجاہدین کے لیے جو بھی امداد آتی، وہ پاکستان کے راستے آتی، اور پاکستان اپنے پرانے اور ناکارہ شدہ ہتھیار افغان مجاہدین کو دے دیتا اور افغان مجاہدین کے نام پر آنے والے ہتھیار یا تو اپنے فوجیوں کے حوالے کر دیتا یا پھر ذخیرہ کر لیتا۔

مختصر یہ کہ پاکستان نے اپنی ستر سال سے زیادہ کی تاریخ میں ایسا کوئی کارنامہ یا احسان نہیں کیا کہ جس میں افغانیوں کے لیے کوئی بھلائی ہو۔ پاکستان کو یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ اس نے آغاز سے لے کر آج تک افغانستان کے خلاف سازشیں بنی ہیں۔ ہر لمحہ افغانستان کو تباہ کرنے کی سازشیں بنتا رہا۔ اس نے کبھی بھی افغانستان کی بھلائی نہیں چاہی اور نہ ہی اب چاہتا ہے۔

افغانستان دنیا یا پاکستان سے کوئی کارنامہ نہیں چاہتے۔ افغانستان کا کہنا بس یہ ہے کہ پاکستان خطے میں بدامنی کو برقرار رکھ رہا ہے، اور یہ نہ صرف افغانستان، بلکہ خطے اور پوری دنیا کی سلامتی اور استحکام کے لیے ایک عظیم خطرہ ہے۔ افغانستان کا مطالبہ یہ ہے کہ یا تو پاکستان اپنی مرضی سے ایسی مذموم حرکتوں سے باز آجائے یا پھر دنیا پاکستان پر دباؤ ڈالے کہ پاکستان اپنا چلن تبدیل کرے۔

تاجکستانی وجود پر پڑی داعشی بندوق غلط ہدف کو نشانہ بنارہی ہے!

تحریر: یوسف جمال

گزشتہ روز روس کے دارالحکومت میں ایک میوزیکل کانسرٹ پر ایک بڑے حملے نے دنیا کو چونکادیا۔ چھ حملہ آوروں نے سو سے زیادہ لوگ قتل کیے اور سینکڑوں دیگر زخمی کردیے۔

حملہ آوروں کو جائے وقوعہ سے فرار ہونے کے بعد یوکرائن اور روس کی سرحد کے قریب روسی سکیورٹی فورسز نے گرفتار کرلیا۔

تمام حملہ آور تاجکستانی شہری تھے، جو یوکرائن کی جانب سے ماسکو میں داخل ہوئے تھے۔

ماسکو جیسے حساس مقام پر تاجک داعشیوں کا حملہ خطے میں سکیورٹی پر اس کے اثرات کے حوالے سے غور و فکر کے لائق ہے۔

تاجکستان گزشتہ ڈھائی سالوں میں (بالخصوص افغانستان سے نیٹو انخلاء کے بعد) داعشی نظریہ کی افزائش کا سب سے بڑا ذریعہ بن چکا ہے اور اس کے شہریوں نے دنیا کے کونے کونے میں درجنوں حملے کیے ہیں۔

افغانستان میں ۱۲ بڑے خودکش حملے جن میں سے ہر ایک میں بھاری جانی نقصان ہوا، تاجک داعشیوں کے ذریعے عمل میں آئے اور ہماری معلومات کے مطابق درجنوں تاجک داعشی سکیورٹی فورسز کے ساتھ لڑائی میں مارے گئے یا گرفتار ہوئے۔

داعش کی صفوں میں تاجک شہریوں کے لیے اتنی کشش فطری نظر نہیں آتی، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ اس کے لیے زمین ہموار کی گئی ہے اور ایک مربوط منصوبے کے ذریعے خطے میں تاجکستانی پیکنگ میں داعشی دہشت گردی برآمد کی جارہی ہے۔

تاجکستانی انٹیلی جنس، جو پیسوں کے بدلے مغربی ممالک کے ایک انٹیلی جنس یونٹ کے طور پر کام کررہی ہے، اس کھیل کا ایک رخ ہے جبکہ ایک اور ہمسایہ اس مثلث کا دوسرا رخ ہے۔

ہم اس شیطانی مثلث کی کاروائیوں کو اس لیے دہشت گردی کہتے ہیں کہ درحقیقت یہ انسانیت کو خوفزدہ کرنے کے لیے کی جاتی ہیں، داعش سے منسوب گروہ کی یہ کاروائیاں نہ انسانوں کے حق میں ہیں نہ مسلمانوں کے، بلکہ یہ بالکل واضح ہے کہ داعشیوں نے مسلمانوں کی عظمت کے دوبارہ احیا کرنے والے ہر راستے پر رکاوٹیں حائل کیں۔

تاجک دہشت گردی کی اس برآمد سے روس بھی بہت پریشانی کا شکار ہے، کیونکہ اس وقت لاکھوں تاجک روس میں کام کرتے ہیں، اور اب روس ان میں سے ہر ایک کو شک کی نگاہ سے دیکھے گا۔

اسی طرح تاجکستان سوویت یونین کا حصہ رہا ہے، روس کے ساتھ ثقافتی اور لسانی مماثلتیں رکھتا ہے اور اس کے شہریوں کے لیے ممکن ہے کہ بغیر ویزے اور سکیورٹی چیک کے آزادانہ طور پر روس کا سفر کریں۔

افغانستان میں تاجک داعشیوں کی دہشت گردانہ سرگرمیوں پر ایک نظر ڈالیں تو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے اہداف اسٹریٹیجک اور ایسی پوزیشنز پر ہیں جس کا نقصان مشرقی بلاک کو پہنچتا ہے۔

روسی سفارت خانے پر حملہ، کابل میں چینی شہریوں پر حملہ، ازبکستان پر میزائل حملہ اور اس طرح کے دیگر حملے ظاہر کرتے ہیں کہ تاجکستانی وجود پر پڑی داعشی بندوق غلط ہدف کو نشانہ بنارہی ہے۔

تاجک انٹیلی جنس ناصرف خطے میں داعشی دہشت گردی برآمد کر رہی ہے بلکہ افغانستان کی سکیورٹی اور سیاسی حیثیت کو نقصان پہنچانے کے لیے افغانستان سے مختلف ناموں سے لوگوں کو نکالنے کے منصوبے کی بھی ذمہ دار ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق سکیورٹی اداروں نے متعدد ایسے افغان باشندوں کو گرفتار کیا ہے، جو تاجک انٹیلی جنس کے ذریعے افغانستان اس لیے چھوڑ رہے ہیں تاکہ وہ خطے میں کسی اور ہدف کے لیے استعمال ہو سکیں۔

افغانستان کے پڑوس میں داعش خراسان کی منتقلی اور تاجکستان کی طرف سے اس کی لاجسٹک سپورٹ خطے کے لیے ایک اور خطے کی گھنٹی ہے، جسے معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔

اس کینسر سے متاثرہ ممالک کو خطے کی سکیورٹی میں اس کینسر کے نئے جراثیم پھیلانے اور تمام خطے کو سکیورٹی اور معاشی طور پر مفلوج کرنے سے روکنا چاہیے۔

اس شیطانی مثلث کی تشخیص ہونی چاہیے اور اسے خطے کی سکیورٹی اور استحکام کا بیڑہ غرق کرنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیے۔

داعشی بندوق... غلط ہدف، گمراہ راستہ!

داعش نے ہمیشہ دشمن کی بجائے امتِ مسلمہ کو ہی نشانہ بنایا۔ ان کی گولی مسلمانوں کے سینوں میں اتری، اور ان کے حملوں نے اسلام کے دشمنوں کو خوش کیا۔ مگر الحمد للہ، مجاہدینِ حق نے اس فتنہ کا پردہ چاک کیا اور اس کی سازشوں کو ناکام بنا دیا۔ آج امت جاگ چکی ہے، اور داعش کا چہرہ بے نقاب ہو چکا ہے!

امارت اسلامیہ افغانستان کے خلاف مغرب اور دیگر دشمنوں کے منصوبے!

تحریر: احمد منصور

امارت اسلامیہ افغانستان کے قیام کے بعد بعض ممالک بالخصوص مغرب اس کوشش میں ہے کہ موجودہ نظام کو منہدم کر دے اور اس کے خلاف کسی بھی قسم کی کاروائی سے گریز نہ کرے۔

امارت اسلامیہ کے بارے میں غلط پیشین گوئیاں کی گئیں، دباؤ ڈالا گیا، پابندیوں میں اضافہ کیا گیا، افغانستان کا حق غصب کیا گیا لیکن جب یہ پلان اے ناکام ہوگیا تو پلان بی کا آغاز کر دیا گیا۔

اب امارت اسلامیہ افغانستان کے لیے مسائل پیدا کرنے شروع کر دیے، کچھ عرصہ قبل پاکستان اور ایران سے مہاجرین کو ملک بدر کرنے کا اقدام ان ممالک کے نہیں بلکہ مغرب اور امریکہ کے حکم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کیا گیا۔ دشمن یہ سمجھ رہا تھا کہ امارت اسلامیہ افغانستان ابھی نئی اقتدار میں آئی ہے، شاید وہ مہاجرین کو سنبھالنے کے قابل نہ ہو، اور اس وجہ سے حکومت چکرا جائے گی اور پھر قوشتیپہ کینال، کابل قندھار روڈ، سالنگ ٹنل اور نیو کابل جیسے منصوبے ٹھپ ہو کر رہ جائیں گے، لیکن ان کی توقع کے خلاف ان میں سے کچھ بھی نہیں ہوا۔ قوشتیپہ کینال کا پہلا فیز مکمل ہو چکا ہے اور دوسرے فیز پر کام تیزی سے جاری ہے،۔ سالنگ ٹنل اور کابل قندھار شاہراہ کے کئی حصوں کی بحالی ہو چکی ہے جب کہ بقیا حصے موسم سرما کی وجہ سے معطل ہیں اور موسم سرما کے بعد ان پر کام دوبارہ شروع ہو جائے گا۔ جب اس زاویے سے بھی وہ ناامید ہو گئے تو انہں نے مذکورہ پلان کے دوسرے حصے پر عمل درآمد کا فیصلہ کیا۔

جلاوطن اور مفرورین کے لیے فرانس، تاجکستان اور روس میں اجلاس منعقد کیے گئے، اس امید پر کہ امارت اسلامیہ افغانستان کو خوفزدہ کر سکیں، لیکن امارت اسلامیہ افغانستان نے اپنی سیاسی بصیرت سے ان سب چیزوں کو نظر انداز کر دیا اور دشمن حیران رہ گیا۔ چونکا دینے والی بات تب ہوئی جب امارت اسلامیہ افغانستان نے خطے میں اتفاق رائے پیدا کر لیا اور متعدد ممالک کے سفیروں کو مدعو کیا، کابل میں ایک تاریخی اجلاس منعقد ہوا، اس اجلاس میں شریک ممالک نے افغانستان کی موجودہ پر امن صورتحال اور امارت اسلامیہ افغانستان کے مثبت تعامل پر اطمینان کا اظہار کیا۔ اس پر امریکہ تو کیا پورے مغرب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، انہوں نے چاہا کہ اقوام متحدہ کی جانب سے افغانستان کے لیے خصوصی نمائندہ مقرر کرنے کا وہی پرانا ناکام نسخہ پھر نافذ کر دیں، اجلاس بلایا گیا اور امارت اسلامیہ افغانستان کو بطور ملک نہیں بلکہ ایک فرد کی حیثیت سے مدعو کیا گیا لیکن امارت اسلامیہ افغانستان نے شرکت سے انکار کر دیا۔ دو روز تک اجلاس جاری رہا، روس، چین اور ایران نے نمائندے کے تقرر کے لیے امارت اسلامیہ

افغانستان کی رضامندی کو شرط قرار دے دیا، اقوام متحدہ اور امریکہ کو توقع نہیں تھی کہ امارت اسلامیہ افغانستان اس انداز میں شرکت سے انکار کر دے گی، کہ اجلاس بغیر کسی فائدے کے اختتام پزیر ہو جائے گا۔ اقوام متحدہ نے مذکورہ موضوع پر دوسری بار بھی اجلاس طلب کیا لیکن نتیجہ پہلے اجلاس کی طرح منفی ہی رہا۔

مذکورہ بالا منصوبوں کے مقابل امارت اسلامیہ افغانستان کی ثابت قدمی نے ان منصوبوں میں شریک ممالک کو سخت اشتعال دلایا، اور انہوں نے اب پلان سی پر عمل درآمد شروع کر دیا ہے۔ جس کے تحت:

۱۔ افغانستان کے اس کے پڑوسیوں کے ساتھ تنازعات کھڑے کرنا، جس کا ہدف یہ ہے کہ خطے اور دیگر دنیا کے ممالک کو امارت اسلامیہ افغانستان کے حوالے سے خوفزدہ کیا جائے۔

۲۔ عوام میں امارت اسلامیہ افغانستان کی مقبولیت ختم یا کم کر دی جائے۔

۳۔ بیس سال پرانے فسادیوں، ٹھگوں اور مغرب کے پیسوں پر چلنے والے منصوبے داعش کو ہم آہنگ کرنا۔

ٹی ٹی پی کے سابق ترجمان احسان اللہ احسان نے بھی اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ مغرب نے اس پلان پر عمل درآمد کے لیے پاکستان اور تاجکستان کا انتخاب کیا ہے۔ اور اس کا آغاز پاکستان کے افغان سرزمین پر حملے سے ہوا، اگرچہ امارت اسلامیہ افغانستان نے اس کا مناسب جواب دے دیا، لیکن مغرب مذکورہ ممالک کی عملی مجبوریوں کا فائدہ اٹھا رہا ہے اور امارت اسلامیہ افغانستان کے لیے سردردی پیدا کرنے کی کوشش میں ہے۔ لیکن یہ پلان بھی اللہ کے فضل سے کامیاب نہیں ہو پائے گا۔ ان شاء اللہ۔

امارت اسلامیہ کے خلاف مغربی سازشیں

مغرب ہمیشہ امارت اسلامیہ کو ناکام بنانے کے لیے مختلف سازشیں تیار کرتا رہا ہے، جن میں معاشی پابندیاں، اندرونی اختلافات کو ہوا دینا، اور جعلی پروپیگنڈا پھیلانا شامل ہیں۔ ان کا مقصد اسلامی حکومت کے خلاف بےاعتمادی پیدا کرنا ہے۔

مگر امارت اسلامیہ، اللہ تعالیٰ کی مدد سے، اپنے ملت کے عزت، خودمختاری اور اسلامی اقدار کے تحفظ کے لیے پُرعزم ہے اور ہر طرح کی رکاوٹوں اور سازشوں کے خلاف مضبوطی سے مزاحمت جاری رکھے ہوئے ہے۔

القاعدہ، فارن پالیسی اور افغانستان

تحریر: احسان اللہ احسان

۲۲مارچ ۲۰۲۴ء کو فارن پالیسی میں "القاعدہ واپس آچکی ہے اور افغانستان میں پروان چڑھ رہی ہے" کے عنوان سے ایک رپورٹ شائع ہوئی جس میں افغانستان میں القاعدہ کی موجودگی اور انہیں سپورٹ فراہم کرنے کے حوالے سے کئی بے بنیاد دعوے کئے گئے ہیں۔

فارن پالیسی کی رپورٹ کے مندرجات پر کچھ کہنے سے پہلے اس رپورٹ کو مرتب کرنے والی لین اوڈونل (Lynne O'Donnell) کی متنازع شخصیت اور اس کے کردار پر بات کرتے ہیں۔

لین اوڈونل (Lynne O'Donnell) کون ہے؟

لین اوڈونل ایک آسٹریلوی خاتون صحافی ہے، جو تقریباً دو دہائیوں تک افغانستان میں بظاہر اپنی صحافتی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھی مگر اس کے کام کو دیکھتے ہوئے اس کی مجاہدین اور اسلام سے نفرت عیاں ہوتی ہے، اس کے زیادہ تر رپورٹس مفروضوں اور خیالات پر مبنی ہوتی ہیں۔

مذکورہ خاتون صحافی کو صحافتی حلقے بھی سنجیدہ نہیں لیتے اور اس کے ماضی اور افغانستان سے متعلق منفی نظریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے کسی دعویٰ کو قابل اعتبار نہیں سمجھا جاتا۔

۲۰۲۲ء کو اس کے غیر سنجیدہ رویے اور جھوٹی رپورٹنگ کی بنیاد پر امارت اسلامی نے اسے افغانستان میں داخل ہونے پر مختصر وقت کے لیے حراست میں لے کر اس سے تحقیقات بھی کی تھی اور اسے صحافتی اقدار پر عمل درآمد کی تلقین بھی کی تھی، جس کے بعد اس نے افغانستان سے نکل کر امارت اسلامی پر جھوٹے الزامات لگائے کہ اسے ڈرایا دھمکایا گیا اور اسے اپنی رپورٹس یا ارٹیکل کے خلاف ٹویٹس کرنے کا بھی کہا گیا۔ ان الزامات کو امارت اسلامی کی وزارت خارجہ کے ترجمان نے یہ کہہ رد کر دیا کہ "اس کی جانب سے موجودہ حکومت کے خلاف مسلح مزاحمت کی کھلی حمایت کی وجہ سے" اور "بڑے پیمانے پر قانون کی خلاف ورزیوں اور جھوٹی رپورٹس" کی وجہ سے ان سے پوچھ گچھ کی گئی" بیان میں مزید کہا گیا کہ اوڈونل نے افغانستان میں اپنی موجودگی کے بارے میں جھوٹ بولا، لیکن حکام نے انہیں پیشکش کی کہ اگر وہ "اپنی رپورٹ میں کسی بھی دعوے کو ثابت کرنے" کے لیے ثبوت پیش کر سکتی ہے تو پیش کر دے۔"

فارن پالیسی میں اس خاتون صحافی کی اس تازہ رپورٹ سے اس کا بغض اور نفرت ظاہر ہو رہی ہے، ایسا لگتا ہے کہ وہ جھوٹ کا

سہارا لے کر اور تمام صحافتی اصولوں کو پامال کرتے ہوئے انتقام لینے کی کوشش کر رہی ہے، امارت اسلامی افغانستان کی اس سے افغانستان میں موجودگی کے حوالے غلط بیانی اور اس کی جھوٹی رپورٹس پر وضاحت طلب کرنے کی واقع کے اثر سے ابھی تک نکل نہیں پائی ہے۔

فارن پالیسی کی رپورٹ کے ذرائع کیا ہیں؟

کسی بھی دعوی کو سچا ثابت کرنے کے لیے مضبوط دلائل کی ضرورت ہوتی ہے اور یہی انصاف کا تقاضہ بھی ہے کہ اگر آپ کسی پر الزام لگا رہے ہیں تو آپ کے دلائل مضبوط اور سچے اور آپ جن ذرائع کا حوالہ دے رہے ہیں وہ معتبر اور مستند ہوں۔

اس رپورٹ کو دیکھتے ہوئے یہ سمجھنا آسان ہوجاتا ہے کہ یہ رپورٹ محض تعصب پر مبنی ایک خیالی کہانی ہے کیونکہ اس رپورٹ میں جن ذرائع کا حوالہ دیا گیا ہے نہ تو ان کا نام لیا گیا ہے اور نہ ان کے معتبر ہونے کے لیے کوئی ثبوت فراہم کیا گیا ہے بلکہ کہا گیا کہ وہ اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔

آپ کسی ایسے شخص کو کوٹ کرکے ایک ریاست کے خلاف الزام لگا رہے ہیں جس میں اعتراف کرنے کی اخلاقی جرات بھی نہیں ہے۔

آپ ایک ایسی رپورٹ کی بنیاد پر اپنی رپورٹ مرتب کر رہے ہیں جو آپ کے بقول ابھی تک شائع ہی نہیں ہوئی اور آپ تک اس کی کاپی فراہم کی گئی ہے، آپ کے ماضی اور متنازع شخصیت کو دیکھتے ہوئے آپ کے اس دعوے پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

اس غیر سنجیدہ رویے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ رپورٹ ایک متعصب شخصیت کے بغض پر مبنی خیالات کے سوا اور کچھ نہیں۔

فارن پالیسی کی رپورٹ میں کیا ہے؟

لین اوڈونل کی مرتب کردہ اس رپورٹ میں دعوی کیا گیا ہے کہ القاعدہ افغانستان میں دوبارہ پروان چڑھ رہی ہے اور یہ کہ طالبان انہیں مالی اور سیاسی سپورٹ فراہم کر رہے ہیں اور یہ کہ القاعدہ کو افغانستان کی قدرتی وسائل تک رسائی دی گئی ہے اور وہ وہاں سے اپنی ضروریات پوری کر رہی ہے۔

مگر اس رپورٹ میں کئے گئے دعووں کو خود امریکی حکام نے بھی کئی مرتبہ رد کیا ہے اور کہا ہے کہ القاعدہ افغانستان میں اب بڑے خطرے کے طور پر موجود نہیں ہے۔

چند دن قبل امریکی انٹیلی جنس کے سالانہ رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ القاعدہ کے پاس افغانستان میں کارروائیاں کرنے کی صلاحیت نہیں ہے، اسی طرح امریکہ کے نمائندہ خصوصی ٹام ویسٹ نے بھی گزشتہ دنوں کہا تھا کہ القاعدہ اب افغانستان میں خطرہ نہیں ہے،

اسی طرح امریکہ کے نمائندہ خصوصی ٹام ویسٹ نے بھی گزشتہ دنوں کہا تھا کہ القاعدہ اب افغانستان میں خطرہ نہیں ہے، اس کے علاوہ ۱۱ ستمبر ۲۰۲۳ء کو امریکہ کے نیشنل کاؤنٹر ٹیررازم سینٹر کی ڈائریکٹر کرسٹین ابی زید نے افغانستان میں القاعدہ کی موجودگی کے حوالے سے کہا تھا کہ القاعدہ افغانستان میں تاریخی طور پر کمزور ہوگئی ہے اور اب اس کی دوبارہ بحالی ممکن نہیں ہے۔

امریکی حکام کے ان حالیہ اعترافات کے باوجود القاعدہ کے حوالے سے فارن پالیسی اور اس کی متنازع صحافی کے دعوے اس کی تحقیق اور صحافتی قابلیت پر سوالیہ نشان کھڑے کر رہے ہیں۔

یہ بات ایک حقیقت ہے کہ القاعدہ نے امارت اسلامی کے قیام پر خوشی کا اظہار کیا تھا مگر ساتھ ہی انہوں نے اس عزم کا اعادہ بھی کیا تھا کہ وہ دنیا کے ساتھ امارت اسلامی افغانستان کے کمٹمنٹ کا پورا خیال رکھیں گے تاکہ امارت اسلامی کو سیاسی مشکلات سے بچایا جا سکے۔

ایک اور اہم بات یہ بھی ہے کہ افغانستان میں امارت اسلامی قائم ہوچکی ہے اس لیے القاعدہ کا افغانستان میں رہنے کا کوئی جواز نہیں بنتا اور معلومات یہی ہے کہ القاعدہ کی سرگرمیاں اور توجہ اب مکمل طور پر جزیرہ عرب پر مرکوز ہے۔

افغانستان کی حکومت بڑی مشکل سے اپنی معیشت سنبھال رہی ہے وہ بھلا کسی اور کو اپنے قدرتی وسائل کیوں دے گی؟ دوسری بات یہ کہ اس وقت تمام جہادی تنظیموں میں القاعدہ مالی اعتبار سے سب سے زیادہ مستحکم ہے انہیں کسی اور کی مدد کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

عرب ممالک سے تعلق رکھنے والے مجاہدین اپنے ممالک واپس لوٹ چکے ہیں اور وہاں پر اپنی جہادی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے ہیں جبکہ القاعدہ برصغیر کے مجاہدین برپاکستان کے شہروں اور پہاڑوں میں اپنے ٹھکانوں میں موجود ہیں لیکن ماضی قریب میں ان کی کسی ایکٹیویٹی یا کارروائی کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔

فصل پنجم

مختلف تحریریں

ماسکو حملے میں ملوث ایک داعشی حملہ آور جنسی ہراسانی کے جرم میں سزا یافتہ

تحریر: ادارہ المرصاد

۲۲ مارچ کی شام روس کے دارالحکومت ماسکو کے کروکس ہال میں جاری ایک میوزیکل کانسرٹ میں جمع لوگوں پر چار تاجک شہریوں نے حملہ کر کے سینکڑوں لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ چند گھنٹوں بعد داعشی خوارج کے رسمی نشریاتی ادارے نے اس حملے کی ذمہ داری قبول کر لی۔

میڈیا میں داعشی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں کہ حملہ ایک عیاشی و فحاشی کے مرکز پر ہوا۔ لیکن حیرانی کی بات یہ ہے کہ حملہ آوروں میں سے ایک خود جنسی جرم میں چھ سال کی سزا کاٹ چکا ہے۔

فریدون شمس الدین:

کروکوس ہال پر حملہ کرنے والے چار تاجکستانیوں میں سے ایک فریدون شمس الدین ہے۔ فریون روس کے شہر حصار کے گاؤں لویوبا کا رہائشی ہے، دینی تعلیم حاصل نہیں کی، شادی شدہ ہے، اور اس کا آٹھ ماہ کا ایک بچہ ہے۔

فریدون کی چچی نے تاجکستانی میڈیا کو بتایا کہ وہ چھ ماہ قبل روس گیا تھا۔ روس روانگی سے قبل وہ حصار شہر میں ایک نان بائی پر کام کرتا تھا۔

آزادی ریڈیو تاجکستان نے فریدون کے گاؤں والوں اور رشتہ داروں کا قول نقل کیا ہے کہ وہ ۲۰۱۴ء میں سکول کی ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا، لیکن اسی سال اسے چھ سالہ بچے کے ساتھ جنسی زیادتی کرنے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا اور اسے چھ سال قید کی سزا سنا دی گئی۔ قید کی مدت پوری ہونے کے بعد ۲۰۲۰ء میں رہا ہوا اور اس نے ۲۰۲۲ء میں شادی کر لی۔

(https://www.ozodi.org/a/32884168.html)

ایشیا پلس نامی ایک اور تاجکستانی میڈیا نے اس کے ایک رشتہ دار کا قول نقل کیا ہے کہ فریدون مذہبی ذہنیت کا حامل نہیں تھا، نہ روزے رکھتا تھا اور نہ ہی نماز پڑھتا تھا۔

(https://asiaplustj.info/news/tajikistan/laworder/20240327/chto-izvestno-ob-arestovannih-po-delu-o-napadenii-na-krokus-siti-holl)

حاصل کلام:

داعشی خوارج اپنے تمام جنگجوؤں کو بہت مقدس ظاہر کرتے ہیں اور لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ زمین پر سب سے زیادہ پاک اور

متقی لوگ یہی ہیں۔ حالانکہ زیادہ تر کا ماضی فریدون کی طرح جرائم اور دین سے انحراف سے بھرا ہوا ہے۔ ایسے تاریک ماضی والے لوگ دینی علوم کی کمی کی وجہ سے بہت جلد داعش کے دام میں پھنس جاتے ہیں اور خوارج کے معمول کے مطابق وہی شخص جو دو تین سال قبل اپنے موجودہ مؤقف کے مطابق خود کافر تھا، اسے اب اپنے سوا دنیا میں کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔

داعشی خوارج: ظلم اور فحاشی کے علمبردار

"داعشی خوارج وہ ہیں جنہوں نے جہاد اور خلافت کے نام پر امت کی عزتوں کو پامال کیا، مسلمانوں کو بدنام کیا، اور دشمنوں کو اسلام کے خلاف اپنی دشمنی بڑھانے کا موقع فراہم کیا۔ انہوں نے نہ صرف بےگناہ انسانوں کا خون بہایا بلکہ عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ کفار سے بھی بدتر جنسی ظلم کیے۔ یہ وہ جرائم ہیں جنہیں اسلام نے سختی سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «من لم یرحم الناس لا یرحمہ اللہ» (جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ اس پر رحم نہیں کرے گا)۔ یہ خوارج نہ تو اسلام کے نمائندے ہیں، نہ خلافت کے وارث، بلکہ یہ امت کے حقیقی دشمن ہیں!"

ماسکو حملے نے خراسانی خوارج کو ایک دوسرے کی تکفیر پر مجبور کر دیا!

تحریر: ادارہ المرصاد

ابو محمد مدنی ایک تاجکستانی شہری ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کی، اس کی مزید اصلیت کا علم نہیں، لیکن وہ مسلمانوں پر تکفیر اور ارتداد کے فتوے لگانے میں بہت بے باک تھا، اس نے فارسی زبان خراسانی خوارج کے لیے شیخ کا درجہ حاصل کیا، اس کے نام سے انہوں نے ٹیلی گرام چینل بنائے اور رات دن اس کے بیانات کو اس میں اپلوڈ کرتے تھے۔

ابو محمد مدنی ایک تاجکستانی شہری ہے اور اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے مدینہ منورہ میں تعلیم حاصل کی، اس کی مزید اصلیت کا علم نہیں، لیکن وہ مسلمانوں پر تکفیر اور ارتداد کے فتوے لگانے میں بہت بے باک تھا، اس نے فارسی زبان خراسانی خوارج کے لیے شیخ کا درجہ حاصل کیا، اس کے نام سے انہوں نے ٹیلی گرام چینل بنائے اور رات دن اس کے بیانات کو اس میں اپلوڈ کرتے تھے۔

لیکن مدنی اس وقت "برطانوی" بن گیا جب اس نے ماسکو کے ایک ہال پر داعش کے تازہ حملے کو فتنہ اور تاجکوں کے خلاف منظم سازش قرار دیا، اور اس حملے کی تردید میں لگ بھگ 43 منٹ کی آڈیو بیان جاری کیا۔ مدنی نے اپنے آڈیو بیان میں ماسکو میں ہونے والے حملے کو اس بنیاد پر دینِ اسلام کے اصولوں کے خلاف قرار دیا کہ اس میں غیر محارب خواتین، بچے اور بوڑھے لوگ مارے گئے تھے۔

اپنی تقریر میں، ابو محمد مدنی نے اس حقیقت پر بہت زیادہ توجہ مرکوز کی ہے کہ تاجکوں مُں اتفاق نہیں اور جو بھی اور جس طرح بھی انہیں استعمال کرنا چاہے، استعمال کر سکتا ہے۔ اس نے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مضبوط حکومت اور اتحاد نہ ہونے کی وجہ سے تاجک عوام کو ہر کوئی استعمال کر رہا ہے اور بڑی طاقتوں کا آلہ بن چکے ہیں۔

اس آڈیو بیان کے جاری ہونے کے بعد داعش کے اکثر خوارج نے ابو محمد مدنی کی تکفیر کی اور اسے روس کا حامی قرار دیا، بعض دیگر نے خود کو اس بات پر مطمئن کر لیا کہ شاید مدنی نے یہ باتیں حالتِ اکراہ میں کی ہوں ممکن ہے اپنی باتوں سے دوبارہ رجوع کر لے (جیسے پہلے بھی دیگر داعشی فکر رکھنے والے مبلغین نے ایسا کیا)۔

مدنی کی تقریر کو دو دن بھی نہیں گزرے تھے کہ خراسانی خوارج کے سرکاری اشاعتی ادارے العزائم نے تین زبانوں میں (موتوا بغیظکم ردبر سخنان جاہلانہ ابو محمد لندنی) کے نام سے 41 صفحات پر مشتمل ایک تحریر اور اس کے بعد ایک آڈیو بیان

نشر کیا۔ تحریر میں خوارج نے آخری حد تک غیر محارب عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی اور ابو محمد مدنی کو روس کے زر خرید غلام، جاہل، ملحدین کے اقوال کا ترجمان، جاسوس اور اس جیسے دیگر القابات سے نوازا۔ تحریر کے مصنف نے ایک جگہ اس بات پر زور دیا کہ غیر محارب خواتین کا قتل جائز ہے، لیکن بعد میں اس نے کہا ہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ماسکو حملہ آوروں نے خواتین کو قتل کیا۔

یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ خراسانی خوارج کے حامیوں اور جنگجوؤں کے درمیان بعض مسائل پر اختلافات ایک دوسرے کی تکفیر کی حد تک پہنچ گئے۔ کچھ عرصہ قبل العزائم نے "ہمارا عقیدہ او منہج" کے عنوان سے ایک کتابچہ اس وقت نشر کیا جب ان کے بعض پیروکاروں نے کھلم کھلا امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تکفیر کی۔ اس کے علاوہ جون ۲۰۲۳ء میں، داعش کے کچھ ارکان نے کہا کہ خراسانی خوارج کے محکمہِ قضاء کے حکم سے مذہبی مسائل پر اختلافات کی وجہ سے ان کے کچھ ساتھیوں کو پہلے قید کیا گیا اور بعد میں قتل کر دیا گیا۔

داعشی خوارج: ناحق تکفیر کا انجام

داعشی خوارج، جنہوں نے ناحق تکفیر کا فتنے کا آغاز کیا تھا، آج خود اسی فتنے کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان کی مختلف گروہ ایک دوسرے کو مرتد سمجھتے ہیں، اپنے سابقہ رہنماؤں کو کافر قرار دیتے ہیں، اور اپنے ہی ساتھیوں کا خون بہاتے ہیں۔ یہ ان خوارج کا انجام ہے جنہوں نے امت کے خلاف جنگ چھیڑی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ، فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا." (صحيح البخاري: 6104)

ترجمہ: "جو اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہے گا، یہ بات دونوں میں سے کسی پر ضرور لگے گی۔"

داعشیوں نے جو دوسروں مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگائے، آج خود اسی فتنے کا شکار ہو چکے ہیں۔

یہ ناحق تکفیر کا نتیجہ ہے؛ جو شخص امت کے خلاف تکفیر کا دروازہ کھولتا ہے،

وہ خود اسی کی لپیٹ میں آتا ہے۔

فلسطین کے ساتھ داعش کی ہمدردی؟!

تحریر: انجینئر عمیر

داعش کی تاریخ پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان کا اسلامی خلافت کے قیام اور مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کا دعویٰ حقیقت سے کتنی دور ہے۔ اگرچہ داعش نے مسلمانوں کے لیے خلافت کے قیام کی بات کی، مگر ان کے اعمال اور حکمت عملی کو دیکھتے ہوئے یہ واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو وہ نقصان پہنچایا جو کئی صدیوں میں کفار، خصوصاً یہودیوں اور مغربی طاقتوں نے نہیں پہنچایا تھا۔

جب داعش نے القاعدہ سے اپنی راہیں جدا کیں، تو اس کے بجائے کہ وہ اسلام دشمنوں کے خلاف جنگ کا آغاز کرتے، انہوں نے اپنی تمام تر طاقت القاعدہ کے مجاہدین کے خلاف استعمال کی۔ داعش نے ان مجاہدین کو اتنا نقصان پہنچایا کہ وہ کام جو مغربی طاقتیں، خاص طور پر امریکہ، کئی سالوں میں نہیں کر سکیں، داعش نے چند ہی سالوں میں انجام دے دیا۔ داعش نے القاعدہ کے رہنماؤں کو بے نقاب کیا، کچھ کو خود شہید کر دیا، جبکہ دیگر کو امریکی انٹیلی جنس کے ذریعے شہید یا گرفتار کروایا۔

داعش نے صرف القاعدہ تک ہی خود کو محدود نہیں رکھا، بلکہ جتنی بھی جہادی تنظیمیں اور گروہ ان کے نظریے سے ہم آہنگ نہیں تھے، ان پر تکفیر کے فتوے لگائے اور ان پر حملے شروع کر دیے۔ اس کے نتیجے میں جہادی گروپوں میں انتشار پیدا ہوا، کچھ تنظیموں کی طاقت کم ہوئی، اور کچھ کی سرگرمیاں تقریباً ختم ہو گئیں۔ داعش نے وہ کام کر دکھایا جو امریکہ ہزاروں فوجیوں کو مار کر بھی حاصل نہیں کر سکا، اور اب بھی اسی مقصد کے لیے سرگرم ہے۔

ان جہادی گروپوں میں سے ایک اہم گروہ حماس تھا۔ جب فلسطینی، خاص طور پر حماس، یہودیوں کے خلاف میدان میں آئے تو تمام مسلمانوں نے ان کی حمایت کی، کیونکہ یہ امت مسلمہ کے غیرت اور ایمان کا مسئلہ تھا۔ لیکن داعش نے اس کے بجائے کہ فلسطینیوں کے ساتھ ہمدردی دکھاتی، حماس کو تکفیری گروہ قرار دے دیا اور اس کے خلاف بیانات دیے۔ اس سے مسلمانوں میں غصہ پیدا ہوا اور داعش کا اصلی چہرہ مزید بے نقاب ہو گیا۔ داعش نے اپنی شرمندگی چھپانے کے لیے ایک رپورٹ شائع کی، جس میں دعویٰ کیا کہ انہوں نے فلسطین کے مسلمانوں کے انتقام کے طور پر مالیہ کے فوجیوں پر راکٹ فائر کیے۔

اس صورتحال کو کچھ یوں سمجھا جا سکتا ہے: ایک بچہ بازار میں مارا جاتا ہے اور گھر آکر اپنے والد سے اپنی مایوسی کا ذکر کرتا ہے۔ والد غصے میں بازار کی طرف روانہ ہوتا ہے اور بچے سے پوچھتا ہے، "تجھے کسی نے مارا؟" بچہ قصاب کی طرف اشارہ کرتا ہے، لیکن جیسے ہی

ہی والد نے قصاب کی طرف نظر ڈالی، وہ ڈر کر مسکرا کر کہتا ہے، "ارے یہ تو تیرا ماموں ہے! اگر تم چاہو تو میں ابو والوں کو مار دوں گا!" یعنی اصل ذمہ دار کو چھوڑ کر اس پر حملہ کرنا ایک بے وقوفی ہے۔ بالکل اسی طرح، داعش اصل دشمنوں سے بچ کر مالی جیسے کمزور ملک پر میزائل فائر کرتی ہے اور دعویٰ کرتی ہے کہ وہ فلسطینیوں کا انتقام لے رہی ہے، حالانکہ یہ حقیقت سے بہت دور کی بات ہے۔

داعش کے اعمال اور ان کے دعووں کی حقیقت یہ ہے کہ ان کا اسلام سے کوئی حقیقی تعلق نہیں ہے، اور ان کے مقاصد صرف اپنے مفادات کی تکمیل ہیں، نہ کہ مسلمانوں کی فلاح کے لیے۔

ALMERSAAD

ادارہ المرصاد برائے نشر واشاعت

سوغات فکری

فتنۂ تاریک

خوارج ہمیشہ علماء کی مخالفت کرتے ہیں اور انہیں حق کے راستے سے منحرف سمجھتے ہیں۔

دلیل: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خوارج سے فرمایا:

"أتيتكم من عند أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وليس فيكم منهم أحد."
(نسائي: 4102)

"میں تمہارے پاس نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام کے درمیان سے آیا ہوں، اور تم میں ان میں سے ایک بھی نہیں ہے۔"

آج کے داعشی خوارج بھی امت کے جید علماء اور سچے مجاہدین کی تکفیر کرتے ہیں، انہیں مردود قرار دیتے ہیں، اور اپنے ناتجربہ کار اور کم علم رہنماؤں کی باتوں کو شریعت کا معیار سمجھتے ہیں۔